مختصر سوانح

صدر الشریعہ

از

مولانا آلِ مصطفےٰ مصباحی

ناشر

طیبۃ العلماء جامعۃ امجدیہ رضویہ

گھوسی - ضلع مئو - یوپی - انڈیا

مختصر سوانح

صدر الشریعہ

(علامہ مفتی حکیم محمد امجد علی علیہ الرحمہ)

احوال، آثار، دینی، عملی، تبلیغی اور سیاسی خدمات،

از

مولانا آل مصطفےٰ مصباحی

ناشر

طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو

یوپی - انڈیا

فون آفس ۲۲۰۳۶ — گھر ۲۲۰۶۱

نام کتاب ——— مختصر سوانح حضور صدر الشریعہ

تصنیف ——— مولانا آلِ مصطفیٰ مصباحی

تصحیح و تقدیم ——— ممتاز الفقہاء محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی

طابع ——— مولانا علاء المصطفیٰ قادری

پروف ریڈنگ ——— مولانا فیضان المصطفیٰ، احمد رضا، صغیر احمد

ناشر ——— طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

صفحات ——— ١٣٢

سن طباعت ——— ١٤١٧ھ / ١٩٩٧ء

تأثرات

از قلم محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری بانی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

کچھ لوگ اپنی خوبیوں کے اعتبار سے ایک انجمن ہوتے ہیں مگر حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ العزیز اپنی شخصیت میں ایک جہانِ علم و عمل تھے۔

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

وہ علوم و معارف کا پیکر، زہد و تقویٰ کا کوہِ گراں تھے۔ جنکی ذکاوت میں متانت، جلال میں جمال کے جلوے عیاں تھے۔ انکی نگاہ کیمیا اثر نے کتنوں کو سرچشمۂ فیض بنا دیا۔

وہ کسی میدانِ فضل میں درماندہ نظر نہ آئے۔ کبھی کوئی کام آئندہ کیلئے ملتوی نہ کرتے۔ ہمہ دم مصروف رہتے۔ تدریسی جذبات، فتویٰ نویسی، مطالعہ خطوط اور ان کے جوابات پھر تصنیفی مشغلہ، وعظ و تذکیر ساتھ ہی اوراد و اشغال کا ایک طویل سلسلہ ضرورتمندوں سے ملاقات، لوگوں کی خبرگیری، مریضوں کی عیادت نیز نجی حالات کا مقابلہ، قوم کی دکھتی رگوں کا صحیح اور بروقت علاج، ان جیسے بے شمار مشاغل ان کے لئے لوازم حیات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمات اور اوقات میں بے حساب برکتیں ودیعت فرمائی تھیں۔ ایک منظم ادارہ جو

کام نہ کر پائے آپ تنہا انجام دے لیتے۔

البتہ یہ ستم ظریفی ہی تو ہے کہ ایسی عظیم شخصیت کی سوانح اب تک منصۂ شہود پر نہ آسکیں۔ خدا بھلا کرے فاضل نوجوان حضرت مولانا آل مصطفےٰ مصباحی کا کہ انھوں نے حیات صدر الشریعہ کا ایک اجمالی جائزہ مرتب کیا ہے۔ رب قدیر ان کی سعی مشکور کو قبول فرمائے۔ اور دیگر اصحاب فکر و قلم کو بھی توفیق دے۔

(آمین)

ضیاء المصطفےٰ قادری
وارد حال
پورٹ لیس ماریشش

۸ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

باسمہٖ تعالیٰ وحمدہٗ

آغازِ سخن

کسی بھی شخصیت کے خدوخال کا صحیح جائزہ ان کے عقائد و نظریات، حالات و واقعات اور اعمال و اخلاق سے لگایا جاتا ہے۔ نیک اور بد کی پہچان کا بھی یہی طریقہ ہے، اور یہی امور "تراجم رجال" کے عناصر اور اثاثے ہیں نیز سیرت و تاریخ اور تذکرہ و سوانح کی کتابوں کے اصل مآخذ بھی ـــ علم کی منتقلی کا سلسلہ سینہ بہ سینہ رہا ہو۔ یا۔ بذریعہ قرطاس و قلم، ہر دور میں "سوانح بیانی" کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ آج ہمارے پاس گذرے ہوئے افراد و اشخاص کے احوال و کوائف کو جاننے کا اہم ذریعہ وہ کتابیں ہیں جو ان کی سوانح حیات سے متعلق ہیں۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جن میں ماضی قریب کی ایک عبقری شخصیت فقیہ اعظم ہند، صدر الشریعہ علامہ حکیم مفتی محمد امجد علی قادری علیہ الرحمہ والرضوان کی مختصر سوانح حیات بیان کی گئی ہے، جن کی مبارک زندگی کا ہر پہلو اسلاف کرام کے کردار کا آئینہ اور انکی پاکیزہ زندگی کا نمونہ تھا۔ اور جو بلاشبہ اپنے علم و فن اور کردار و عمل میں ہمارے ماضی کا آئینہ ہیں۔ جس آئینہ میں ہم اپنے حال کے خدوخال

دیکھ کر اپنے مستقبل کو سنوار سکتے ہیں ـــــــ یہ ایک افسوسناک بات ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کی وفات کے پورے پچاس سال گذر گئے، جسے ایک طویل عرصہ کہا جا سکتا ہے، ان مدتوں میں بنیادی مآخذ کے بہت سے اوراق اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے، جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ابتداءً سوانحی حالات کی جمع و تالیف کا کام نہیں ہو سکا، اور اگر ہوا بھی تو آج تک اس کی دیدار سے آنکھیں محروم رہیں۔ "دائرۃ المعارف" کے حساس ارکان نے فقیہ گرامی کے حالات کے جمع کرنے کی طرف ایسے وقت میں قدم اٹھایا جب آپ کے تلامذہ اور احباب و متعلقین کی غالب اکثریت دنیا سے رخصت ہو چکی تھی، تاہم مقالوں کی شکل میں جو کچھ بھی اکٹھا کیا گیا وہ بہت اہم ہے۔ وہ مقالے ماہنامہ اشرفیہ کے صدر الشریعہ نمبر میں شائع ہو چکے ہیں۔

پچاسواں عرس امجدی کے زریں موقع کے لئے طے یہ کیا گیا کہ حضرت صدر الشریعہ کی تفصیلی سوانح منظر عام پر لائی جائے مگر قلت وقت کے باعث یہ کام پورا نہ کیا جا سکا۔ فقیر کو یہ کام ایسے وقت میں انجام دینا پڑا جب مدرسہ کی لازمی ذمہ داریوں کے علاوہ فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم کی ترتیب، تہذیب اور تعلیق کا سلسلہ تیزی سے جاری تھا، یہاں تک کہ قلت وقت کے باعث مسودہ کے مبیضہ کا بھی وقت نہ مل سکا۔ اپنے تین عزیزوں (مولوی محمد رضوان، مولوی محمد عمر، مولوی احمد رضا سلمہم) کو لکھواتا رہا۔ استاذ گرامی محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہٗ سے اصلاح بھی کراتا رہا۔ استاذی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی

اور محبی مولانا علاء المصطفیٰ قادری نے چند کتابیں فراہم کیں۔ فقیر ان کرم فرماؤں کا تہ دل سے شکر گذار ہے۔

ارادہ تھا کہ بعض اہم شخصیتوں سے رابطہ پیدا کر کے کچھ نئے مواد فراہم کئے جائیں مگر یہ بھی خواب و خیال کی حد تک محدود رہا۔ البتہ حضور محدث کبیر صاحب قبلہ سے گفتگو کے دوران صدر الشریعہ کے تعلق سے جو باتیں معلوم ہوئیں، انھیں سوانح میں شامل کر لیا ہے۔

حضرت صدر الشریعہ کی پاکیزہ زندگی کے بعض گوشے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی فقیر سعادت حاصل کر رہا ہے، اور ہمیں قوی امید ہے کہ علم ظاہر اور علم باطن کی اس جامع شخصیت کے حالات کو آپ اپنے لئے مشعل راہ اور نمونۂ عمل بنائیں گے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے اعمال و اخلاق کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین. بجاہ سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

خاکپائے اہل کمال
آل مصطفیٰ مصباحی
خادم تدریس و افتا رجامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی۔ مئو۔ انڈیا
مقام شیحنہ، پورلہ، بارسوئی، کٹیہار، بہار
۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء

حیات حضرت صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی علیہ الرحمہ ایک نظر میں

۱	ولادت		سنہ ۱۲۹۶ھ
۲	تحصیل علوم وفنون کی غرض سے جونپور روانہ ہوئے ۔	۲؍شوال	سنہ ۱۳۱۴ھ
۳	پیلی بھیت کی روانگی		سنہ ۱۳۱۹ھ
۴	فراغت مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت		سنہ ۱۳۲۰ھ
۵	مدرسہ اہلسنت پٹنہ میں بحیثیت شیخ الحدیث		سنہ ۱۳۲۸ھ
۶	اعلیحضرت سے خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے		سنہ ۱۳۲۴ھ
۷	مدرسہ اہلسنت سے مستعفی	یکم رمضان	سنہ ۱۳۲۹ھ
۸	لکھنؤ میں جاکر علم طب کی تحصیل	شوال	سنہ ۱۳۲۳ھ
۹	مطب کیا		سنہ ۱۳۲۹ھ
۱۰	بریلی حاضری کی غرض سے سفر	جمادی الاولیٰ	سنہ ۱۳۲۹ھ
۱۱	مدرسہ منظر اسلام بریلی میں بحیثیت شیخ الحدیث		سنہ ۱۳۲۹ھ
۱۲	کنز الایمان کی تکمیل		سنہ ۱۳۳۰ھ
۱۳	والد ماجد کی وفات	۱۰؍صفر	سنہ ۱۳۳۰ھ
۱۴	جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں بحیثیت صدر المدرسین		سنہ ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۴ء
۱۵	دوبارہ بریلی منظر اسلام میں شیخ الحدیث		سنہ ۱۳۵۲ھ
۱۶	مدرسہ حافظیہ سعیدیہ علی گڈھ میں بحیثیت صدر المدرسین		سنہ ۱۳۵۶ھ

۱۷	طحاوی شریف پر حاشیہ	۸؍محرم	سنہ ۱۳۶۲ھ
۱۸	مدرسہ مظہر العلوم بنارس بحیثیت صدر مدرس		سنہ ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۵ء
۱۹	مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں شیخ الحدیث		سنہ ۱۹۴۶ء
۲۰	مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کا میٹرک سے ایم اے نصاب بنانے والے بورڈ میں بحیثیت ایک رکن کے شرکت		سنہ ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء
۲۱	حضرت کے صاحبزادہ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری کی ولادت		سنہ ۱۳۳۶ھ
۲۲	اول سفر حج		سنہ ۱۳۳۷ھ ۱۹۲۲ء
۲۳	بہار شریعت کا آغاز		سنہ ۱۳۳۴ھ
۲۴	بہار شریعت اختتام پذیر ہوئی		سنہ ۱۳۶۳ھ
۲۵	دار العلوم اہلسنت شمس العلوم کا سنگ بنیاد	۲۸؍مارچ	سنہ ۱۹۴۷ء
۲۶	دار العلوم اہلسنت مدرسہ اشرفیہ مبارکپور کی سرپرستی		سنہ ۱۳۵۱ھ
۲۷	دار فانی سے دار بقا کی طرف مراجعت		سنہ ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء

مرتبہ

مولانا علاء المصطفیٰ قادری

مدیر جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو

باسمہٖ تعالیٰ وحمدہٖ

ولادت

سرزمین ہند نے جن عظیم المرتبت اور نابغۂ روزگار شخصیتوں کو پیدا کیا ہے، ان میں ایک نمایاں شخصیت فقیہ اعظم ہند، صدرالشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے، آپ مشرقی یوپی کے مشہور و معروف قصبہ مدینۃ العلماء گھوسی قدیم ضلع اعظم گڈھ اور حال ضلع مئو میں ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔

سلسلۂ نسب

علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیرالدین رحمہم اللہ تعالیٰ

شکل و شباہت

چہرہ وجیہہ اور بارونق، رنگ گندمی، پیشانی کشادہ، آنکھیں بڑی بڑی، بھوئیں گھنی، داڑھی بہت گھنی، جسم بھرا ہوا، لحیم شحیم مگر سڈول، قد میانہ۔

خاندان

صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کا گھرانہ علمی گھرانہ تھا۔ آپ کے آباء و اجداد اہلِ علم و فضل تھے، آپ کے پدر بزرگوار مولانا حکیم جمال الدین صاحب علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد طبابت کیا کرتے تھے، آپ کے دادا مولانا خدا بخش صاحب جب حج کیلئے تشریف لے گئے، تو مدینہ منورہ میں "شیخ الدلائل" سے دلائل الخیرات شریف کی اجازت حاصل کی۔

یہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

تحصیلِ علم

بالکل ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولانا خدا بخش صاحب سے حاصل کی، ان کے وصال کے بعد مولوی الٰہی بخش صاحب ساکن کوپاگنج شاگرد مولانا تراب علی صاحب لکھنوی سے کچھ پڑھا جو گھوسی ہی کے مدرسہ میں مدرس تھے، اور بھی کچھ لوگوں سے پڑھتے رہے، یہ وہ زمانہ تھا کہ کوئی شخص نہ تعلیم کا نگراں تھا نہ متکفل، غرض بچپن کا زمانہ کئی سال تک بے انتظامی کے ساتھ گذرا۔ مگر تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر ابتدائے شوال ۱۳۱۴ھ کو مدرسہ حنفیہ جونپور (جو اس زمانے میں علم و فن کی عظیم درسگاہ مانی جاتی تھی) کا سفر کیا، اس زمانے میں ریل گاڑی نہیں تھی، سواری کے لئے بڑی دشواری تھی، گھوسی سے اعظم گڈھ تک پیدل، پھر وہاں سے جونپور اونٹ گاڑی پر پہونچے اور مدرسہ حنفیہ میں اپنے برادر عم زاد مولانا محمد صدیق صاحب کے پاس قیام کیا، علوم و فنون کی ابتدائی کتابیں مولانا محمد صدیق صاحب اور مولانا سید ہادی حسن صاحب علیہما الرحمہ سے کچھ دنوں تک پڑھیں کچھ عرصہ کے بعد تحریک آزادی ہند کے عظیم مجاہد اور اپنے وقت کے ممتاز و متبحر عالمِ دین علامہ فضل حق خیرآبادی کے شاگرد رشید جامع معقول و منقول استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری ثم جونپوری علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء سے اکتساب فیض شروع کردیا، دن میں استاذ الاساتذہ سے اسباق پڑھتے اور رات میں انکی خدمت کیلئے حاضر ہوجاتے۔

لیکن یہ خدمت بڑی بابرکت ہوا کرتی، حضرت صدر الشریعہ اور انکے بعض رفقاء درس استاذ الاساتذہ کے پیر دباتے رہتے اور وہ اسباق کے متعلق پوچھ تاچھ جاری رکھتے، تھوڑی دیر میں تمام اسباق کا اعادہ ہو جاتا، اگر کوئی غلطی ہوتی تو حضرت استاذ الاساتذہ کی رہنمائی سے دور ہو جاتی، اس نمایاں طریقۂ تعلیم سے حضرت صدر الشریعہ کا جوہر علم نکھرتا گیا۔ قطبی پڑھتے وقت ہی اس سے نیچے کی کتابیں شرح تہذیب وغیرہ دوسرے طلبہ کو باآسانی پڑھاتے تھے، اس طرح پڑھنے ہی کے زمانے میں تعلیم و تدریس کا ذاتی تجربہ خوب حاصل ہو گیا تھا اور افہام و تفہیم کا خوب ملکہ پیدا ہو گیا تھا [۱]

آپ کی ذہانت و فطانت اور لیاقت و صلاحیت کو دیکھ کر حضرت استاذ الاساتذہ نے آپ کو اپنا معتمد اور شاگرد خاص بنا لیا جسکا اندازہ عمدۃ المتکلمین، علامہ سید سلیمان اشرف بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے۔

"حضرت استاذ الاساتذہ یوں تو تمام طلبہ پر عنایت فرماتے تھے لیکن تین اشخاص (مولانا محمد صدیق، مولانا محمد امجد علی، سید سلیمان اشرف) پر خاص الخاص نظر کرم تھی۔ چاہتے تھے کہ جو کچھ میرے سینے میں ہے نکال کر ان تینوں کو بخش دوں"[۲]

یہی وجہ ہے کہ استاذ الاساتذہ نے ایک بار آپکے متعلق

[۱] ماخوذ از مضمون علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ مملوکہ جامعہ مجددیہ۔ [۲] ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر ص ۲۳، مولانا علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی

ارشاد فرمایا۔

"ایک شاگرد ملا وہ بھی بڑھاپے میں"[۱]

جون پور میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کے بعد علم حدیث میں مہارت و رسوخ حاصل کرنے کی غرض سے استاذ الاساتذہ کے مشورہ کے مطابق آپ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت شریف آئے، جہاں حافظ الحدیث حجۃ العصر علامہ وصی احمد سورتی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء سے درس حدیث لیا۔ اور ۱۳۲ھ / ۱۹۰۵ء میں سند فراغت حاصل کی۔ زمانۂ طالب علمی میں آپ کی لیاقت و صلاحیت کا اعتراف مدرسین سے لیکر اراکین مدرسہ تک کو تھا، جس کا اندازہ مہتمم مدرسۃ الحدیث کی اس رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے جو انھوں نے تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع کرائی تھی، رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں۔

"۴ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کو بحمدہٖ تعالیٰ طلبہ کا امتحان حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلامت اللہ صاحب رامپوری دام فیضہٗ نے لیا، مولوی امجد علی صاحب نے بعد فراغت کتب درسیہ کے نہایت جانفشانی و کمال مستعدی سے سال بھر میں صحاح ستہ مسند شریف، کتاب الآثار شریف، موطا شریف، طحاوی شریف کا قراءۃ و سماعۃ درس حاصل کر کے اعلیٰ درجہ کا امتحان دیا جس کے باعث ممتحن صاحب و حاضرین نہایت شاداں اور ان کی

[۱] صدر الشریعہ نمبر ص ۱۲۷ مولانا بہاء المصطفیٰ قادری

حسن لیاقت وفہم وذکاوت سے بہت فرحاں ہوئے اور دستار فضیلت زیب سر کی گئی"۔ ؎۱

یہی وجہ ہے کہ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کے باصلاحیت شاگردوں کی تعداد ہزار سے بھی زائد تھی مگر ایک روز محدث موصوف نے اپنی عمر کے سب سے آخیر شاگردوں والی جماعت کو درسگاہ میں مخاطب کرکے فرمایا "مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے"۔ ؎۲

اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت صدر الشریعہ کی علمی لیاقت وصلاحیت پر آپ کے اساتذہ کرام کو حد درجہ اعتماد تھا۔

تدریس | علوم وفنون سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے پٹنہ بہار کی ممتاز درسگاہ مدرسہ اہلسنت میں صدر مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ اس درسگاہ کی علمی دھمک کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ سے پہلے علامہ فضل حق خیرآبادی کے شاگرد رشید مولانا عبد العزیز منطقی اور حافظ الحدیث محدث سورتی علیہم الرحمہ جیسی عظیم المرتبت شخصیتیں یہاں برسوں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دے چکی تھیں۔ ان حضرات کے بعد آپ نے اس خلا کو پورا کیا۔ آپ کی آمد سے اس درسگاہ کا پرانا وقار عود کر آیا ـــــ اس

؎۱ تحفہ حنفیہ ص۴۴ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ پٹنہ

؎۲ صدر الشریعہ جامع کمالات تھے۔ علامہ غلام جیلانی اعظمی بروایت علامہ عبد السلام علیہ الرحمہ

مندرجہ ماہنامہ فیض الرسول

درسگاہ میں درس کیلئے آپ کے سامنے سب سے پہلی کتاب ہدایہ جلد ثالث پیش کی گئی۔ آپ نے مضامین کی تفہیم وتعبیر اور مغلق مقامات کی عقدہ کشائی اس انداز میں فرمائی کہ علماء ودیگر سامعین متحیر رہ گئے۔ اس مدرسہ کے مہتمم قاضی عبد الوحید صاحب رئیس پٹنہ نے مدرسہ کی تعلیمی ذمہ داری آپ پر ڈال دی۔ رئیس پٹنہ کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد وہاں سے مستعفی ہوگئے۔ اور شوال ۱۳۲۶ھ کو لکھنؤ جاکر دو سال تک علم طب حاصل کیا۔ تکمیل طب کے بعد وطن تشریف لائے اور مطب شروع کردیا۔ مطب نہایت کامیابی کے ساتھ چلتا رہا۔

محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کو جب معلوم ہوا کہ مولانا امجد علی نے مطب کا کام شروع کردیا ہے، تو آپ بیحد غمگین ہوئے۔ جب حضرت صدر الشریعہ پیلی بھیت سے بریلی شریف جارہے تھے تو محدث سورتی نے اپنے خط میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے حضرت صدر الشریعہ کو خدمت علم دین کی طرف متوجہ کرانے کی گذارش کی۔ اعلیٰ حضرت کو ایک باصلاحیت عالم دین کی ضرورت تھی، محدث سورتی نے لکھا۔ "میں آپ کی خدمت میں ایک درنایاب کو بھیج رہا ہوں"۔ جب صدر الشریعہ اعلیٰ حضرت کے پاس خط لیکر گئے تو اعلیٰحضرت نے ایک عربی عبارت لکھوائی، اور اردو میں اس کا ترجمہ کرنے کو کہا، صدر الشریعہ نے بیٹھے ہی بیٹھے اس عبارت کا ترجمہ کردیا"۔ اعلیٰ حضرت کبھی ترجمہ پر نظر فرماتے، کبھی صدر الشریعہ کے چہرہ کی طرف دیکھتے، کچھ دیر بعد صدر الشریعہ بریلی شریف سے

واپس ہوگئے۔ تو۔ اعلیٰ حضرت نے محدث سورتی کے نام خط میں لکھا۔ کہ،
"آپ کا درِ نایاب کہاں چلا گیا"، پھر حضرت صدر الشریعہ بریلی شریف گئے۔ چند مہینے کے اندر اندر مجدد دین و ملت نے آپ (صدر الشریعہ کیلئے) مستقل قیام کا انتظام فرمایا۔[1]

مدرسہ منظر اسلام کے تعلیمی امور کی ذمہ داری، انجمن اہلسنت کی نظامت، پریس کی ذمہ داری، مسودات کا مبیضہ کرنا، کتابت شدہ کاپیوں کی تصحیح، فتویٰ نویسی، پارسلوں کی ترسیل جیسے اہم امور آپکے سپرد تھے، آپ کی علمی لیاقت وصلاحیت اور اخلاص وللّٰہیت کی بنیاد پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ آپکو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ اور آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے۔ کم وبیش پندرہ برس کے بعد ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء کو دار العلوم معینیہ اجمیر شریف میں صدارت کی جگہ خالی ہوگئی مولٰنا نثار احمد کانپوری علیہ الرحمہ (جو علامہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ کے بعد وہاں صدر مدرس تھے) نے استعفیٰ دے دیا تھا اس زمانے میں یہاں بائیس مدرسین تعلیم وتدریس کے فرائض انجام دیتے تھے مگر عہدہ صدارت کیلئے حضرت علامہ سید سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمہ نے متولی مدرسہ سید نثار احمد صاحب مرحوم کو مشورہ دیا کہ مدرسہ معینیہ کیلئے صدر المدرسین کی حیثیت سے صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی صاحب نہایت ہی موزوں رہیں گے،

[1] مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی صدر الشریعہ نمبر ص ۷۶، بیان علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

صدر الشریعہ اس زمانہ میں بریلی شریف میں صدر المدرسین تھے، آپ کیلئے پہلے تو حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ راضی نہ ہوئے۔ لیکن علامہ سید سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمہ کے پیہم اصرار پر حضرت صدر الشریعہ کو اجمیر شریف جانے کی اجازت عطا فرمائی[1]

۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء سے ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء تک دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں بحیثیت صدر مدرس رہ کر تشنگان علوم وفنون کو سیراب کرتے رہے، ملک کے کونے کونے سے ذہین وفطین طلبہ آپکے پاس آتے اور علم وفضل سے سیراب ہوکر لوٹتے۔

شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی گھوسوی رقم فرماتے ہیں۔

"دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں ایسی شاندار تعلیم شروع ہوئی کہ دھوم مچ گئی یوپی، بہار، حیدرآباد وغیرہ مقامات کے طلبہ آپکے حسن تدریس کا شہرہ سن سنکر بُعد مسافت کی پرواہ کئے بغیر آپ سے پڑھنے کیلئے جانے لگے۔ باشندگانِ اجمیر شریف کا بیان ہے کہ اس سے پیشتر ایسا شاندار تعلیمی منظر یہاں دیکھنے میں نہیں آیا"[2]

دار العلوم معینیہ کے مہتمم سے اختلافات کی بناء پر ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں حضرت صدر الشریعہ پھر بریلی شریف تشریف لائے اور تین سال تک تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں۔

[1] ہفت روزہ محبوب حق لائلپور ۱۳؍ دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۱۳ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری بحوالہ محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۴۴

[2] ماہنامہ فیض الرسول مارچ ۱۹۶۶ء

۱۳۵۶ھ میں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس ریاست دادوں علیگڈھ نے آپکو اپنے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ کیلئے صدر مدرس کے عہدہ کی پیشکش کی۔ آپنے قبول فرمائی اور وہاں مسلسل سات سال تک پوری لگن کے ساتھ تدریسی امور میں مصروف رہ کر باصلاحیت افراد پیدا کئے

۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۵ء کو مدرسہ مظہر العلوم بنارس میں ایک سال تک درس دیا اسکے بعد پھر مظہر اسلام بریلی شریف تشریف لائے اور ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء تک تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

تدریسی خصوصیات درس و تدریس میں آپکو ید طولیٰ حاصل تھا، طلبہ کو مروجہ علوم و فنون کے ساتھ ساتھ غیر مروجہ علوم و فنون کی کتابیں بھی پڑھاتے۔ یونہی مروجہ نصاب تعلیم میں چلنے والی کتابوں کے علاوہ اہم کتابوں کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ وقیع شروح و حواشی بھی پڑھاتے، خارج اوقات میں بھی درس دیتے، ایام تعطیل میں بھی درس دیتے، درس کا ناغہ کسی حالت میں گوارا نہ فرماتے سخت بخار کی حالت میں بھی مدرسہ تشریف لاتے۔ طلبہ آپکی طبیعت کو دیکھ کر درس ناغہ کرنیکی درخواست کرتے مگر آپ قبول نہ فرماتے اور طلبہ سے فرماتے کہ ناغہ سے برکت جاتی رہتی ہے لہٰذا مقدار کم ہی سہی مگر پڑھ لو [1]

تدریسی لگن کا عالم یہ تھا کہ مدرسہ کے وقت سے پہلے ہی صبح سویرے

[1] صدر الشریعہ نمبر علامہ غلام جیلانی میرٹھی

مدرسہ تشریف لاتے اور مدرسہ کا وقت ختم ہو جانے کے بعد جب دیگر مدرسین اپنے اپنے گھر چلے جاتے تو خاص خاص اسباق اس وقت بھی پڑھاتے تھے۔ دار العلوم معینیہ اجمیر شریف میں گرمی کے موسم میں ایک وقت تعلیم ہوتی تھی مگر حضرت صدر الشریعہ بعد ظہر بھی اپنے مکان پر درس کا سلسلہ جاری رکھتے۔ ظہر سے عصر تک یہ سلسلہ چلتا عصر کے بعد درگاہ معلیٰ میں نماز عصر پڑھا کر اپنے شاگردوں کے ساتھ ایک گوشے میں بیٹھ جاتے اور نماز مغرب تک علمی مذاکرہ اور بحث و تمحیص جاری رہتی۔ قیام اجمیر شریف کے آخری زمانے میں آپ کا جسم بھاری ہو گیا اطباء کے مشورے کی وجہ سے عصر بعد دولت باغ اور انا ساگر کی طرف ٹہلنے چلے جاتے مگر اس سیر و تفریح میں بھی اکثر محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب کوئی علمی کتاب لئے آپکے ہمراہ ہوتے اس طرح سیر و تفریح کے ساتھ ساتھ کتاب کا درس بھی جاری رہتا جمعہ کے دن تعطیل رہتی تھی لیکن اس دن بھی صبح سے لیکر دس گیارہ بجے تک حضرت صدر الشریعہ کی سرپرستی میں تقریر و مناظرہ کی مجلسیں منعقد ہوتیں [1] دوران تعلیم اجمیر مقدس میں ایک بار آپکے سر پر سخت چوٹ آئی ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا اور کتب بینی کی سخت ممانعت کر دی۔ اسکے باوجود تکلیف کی پرواہ کئے بغیر مطالعے میں مصروف رہے اور اسباق کا ناغہ نہ کیا [2]

[1] علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ، مضمون قلمی۔ [2] مکتوب جناب سید حسن علی رضوی وکیل جاورہ (مرید امام احمد رضا علیہ الرحمہ) مندرجہ ہفت روزہ محبوب حق لائلپوری بحوالہ محدث اعظم پاکستان ۲۸ اپریل ۱۹۶۱ء

تعلیم وتدریس توآپکی زندگی کا وہ عظیم ترین مشغلہ تھا جسے آپ نے ابتدائے شباب سے اخیر حیات تک جاری رکھا اور اپنے درسگاہ علم وفن سے باکمال و رباصلاحیت افراد پیدا کئے ملک اور بیرون ملک کی دینی درسگاہیں حضرت صدر الشریعہ کے فیضانِ علم سے گونج رہی ہیں۔ آپکی تدریسی خصوصیات ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ میں لفاظ و مقرر کم مدرس و مفکر زیادہ پائے جاتے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ سے بلاواسطہ خوشہ چینی کرنے والے مفتی محمد خلیل صاحب برکاتی حیدرآبادی فرماتے ہیں:

"کتاب کے مضمون کی ایسی دلنشیں تقریر کہ ہر ذہن مطمئن ہوجاتا یہ حضرت کی خصوصیت خاصہ ہی کہی جاسکتی ہے"۔[1]

حضرت صدر الشریعہ کی تدریس کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ ہر علم وفن کو یکساں پڑھاتے، کسی بھی فن کے کسی سبق میں کوئی یہ خیال نہیں کرسکتا تھا کہ آپ کو فن میں مہارت نہیں، حدیث ہو یا تفسیر، فقہ واصول فقہ ہو یا معانی، بیان وبدیع، منطق وفلسفہ ہو یا نحو وصرف، ہیئت، ریاضی، ہندسہ، حساب ہو یا طب وحکمت غرض کہ درس نظامی سے متعلق تمام علوم وفنون میں یکساں مہارت تھی اور ہر فن کی کتابیں یکساں شان وشوکت کے ساتھ پڑھاتے۔ انداز تدریس نہایت عمدہ ہوتا مغلق اور پیچیدہ مسائل کو انتہائی خوش اسلوبی اور آسان طریقے سے طلبہ کو سمجھاتے۔ کہ غبی سے غبی طالب علم بھی سمجھ جاتا۔ علامہ غلام جیلانی اعظمی گھوسوی فرماتے ہیں

[1] مقالہ قلمی ص۱ مفتی محمد خلیل صاحب

"ہر مقام پر ایک مختصر سی جامع ومانع، وافی وشافی تقریر فرماتے شکوک وشبہات کے بادل خود بخود چھٹ جاتے اور علم ویقین کا سورج مشرق قلب ودماغ پر جلوہ گر ہوجاتا"[1] یہی وجہ ہے کہ آپکے حلقۂ درس میں ملک کے مختلف صوبوں اور بیرون ملک کے طلبہ شامل رہتے۔ ہندی، پاکستانی، بنگالی، پنجابی، سندھی، مدراسی، بلخی، بخاری، سمرقندی، افغانی، ترکی، افریقی اور ایرانی حاضر ہوتے، غرض ہر نسل کے طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا اور ہر علاقے میں آپ کے تلامذہ پائے جاتے ہیں[2]

تدریسی خصوصیات اور تعلیمی مہارت ورسوخ اور افہام وتفہیم میں کمال کا اندازہ شاگردوں کی صلاحیت سے بھی لگایا جاتا ہے، جب ہم اس حیثیت سے حضرت صدر الشریعہ کے تلامذہ کے احوال کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کی شخصیت اس خصوص میں بھی ممتاز نظر آتی ہے۔ حضرت صدر الشریعہ کے شاگردوں کا سالانہ امتحان لینے وقت کے جید علماء تشریف لاتے تھے اور طلبہ کا امتحان لینے کے بعد ایک انفرادی تأثر لے کر جاتے تھے۔ ایک بار دار العلوم معینیہ اجمیر شریف میں ممتحن کی حیثیت سے مولانا فضل حق رامپوری پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور کو مدعو کیا گیا مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے متولی میر نثار احمد کی وسیع حویلی میں امتحان لینے کیلئے اہتمام کیا گیا علماء اور اکابر اہلسنت سیکڑوں کی تعداد میں موجود تھے درس نظامی کی منتہی کتابوں

[1] مضمون قلمی، علامہ غلام جیلانی اعظمی۔ [2] ایضًا

امور عامہ وغیرہ کا امتحان لیا۔ امتحان کے بعد طلبہ کی شاندار کامیابی پر علاّمہ فضل حق رامپوری نے حضرت صدر الشریعہ کو مبارکباد دی اور نتائج کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا، "جیسے طلباء یہاں موجود ہیں پورے ہندوستان کے مدارس میں ایسے طلباء موجود نہیں" [۱]

آپ کی یہی وہ تدریسی خصوصیات تھیں جن کی بنا پر علماء اور دانشوروں نے آپکی تدریسی مہارت کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے اور کیوں نہ ہو کہ تدریس تو آپ کی زندگی کا گرانقدر کارنامہ تھا۔ مسند تدریس پر جلوہ گر ہو کر طلباء کو رمز شریعت سے آشنا کرنا آپکا محبوب ترین مشغلہ تھا، حقیقت یہ ہے کہ آپ نے مدارس نظامیہ کے معلمین و مدرسین کو تعلیم و تدریس کا نیا شعور عطا فرمایا ہے۔ اور آپ کے دم قدم سے برصغیر کی درسگاہیں آباد ہوئیں۔

آپ کی تدریسی مہارت ہی کا نتیجہ تھا کہ برصغیر کی مشہور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں علوم شرقیہ کے شعبہ کے قیام کا منصوبہ تیار ہوا تو اس کیلئے میٹرک سے لے کر ایم، اے تک کی سطح کا نصاب مرتب کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو منتظمین یونیورسٹی نے ایسے علماء کو مدعو کیا جو جدید ضروریات سے آگاہ اور نصابہائے تعلیم اور درسگاہوں کا تجربہ رکھتے تھے ارکان مسلم یونیورسٹی نے اس منصوبہ پر عمل درآمد کیلئے اور ایم، اے تک کے علوم مشرقیہ کا نصاب مرتب کرنے کے لئے جو مجلس تشکیل دی تھی اور اس میں جو ارکان منتخب

[۱] محدث اعظم پاکستان ص۵۲۔ بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق ۱۳ ر دسمبر ۱۹۶۳ء

ہوئے تھے ان میں صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ بھی تھے [۱]

اسلام کے عظیم مبلغ علامہ عبد العلیم میرٹھی علیہ الرحمہ نے اپنے مرتب کردہ نصاب تعلیم کی تصحیح و تکمیل کیلئے حضرت صدر الشریعہ کے پاس نصاب کا مسودہ بھیجا، چنانچہ وہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"نصاب تعلیم کا جو مسودہ حاضر خدمت کیا ہے غالباً آنجناب نے اسے مکمل فرما دیا ہوگا اگر نہ کیا ہو تو اب وقت نکال کر تکمیل فرما دیں اسکی ضرورت ہے" [۲]

ندوۃ العلماء اور دار المصنفین کے بانیوں میں ایک اہم نام مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کا بھی آتا ہے۔ موصوف نے دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں کے سالانہ جلسہ کے موقع پر اپنے خطبۂ صدارت میں حضرت صدر الشریعہ کی تدریسی مہارت اور علمی تجربے کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔

"میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں ان چار پانچ میں سے ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں انکے ہاتھ سے طلبہ کا فاضل ہونا اور اسناد پانا صاف بتا رہا ہے کہ ان میں ضرور استعداد ہے نام کے مولوی نہیں" [۳]

سید المتکلمین علامہ سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،

[۱] دیکھئے معارف فروری ۱۹۲۶ء مولانا سید سلیمان ندوی۔ [۲] مکتوب قلمی محررہ ۱۶ ر فروری ۱۹۴۴ء۔ [۳] روداد مدرسہ حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ بابت ۱۳۵۷ھ

" مولانا المبجل المعظم ۔ اس وقت سنی حنفی کوئی مدرس ایسا نہیں ہے جو معقول و منقول صحیح استعداد کے ساتھ پڑھا سکتا ہو، میرے علم میں مولانا محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ علیہ الرحمہ کے صرف آپ ہی یادگار ہیں " [۱]

دار العلوم منظر اسلام میں جب صدر المدرسین کے انتخاب کا معاملہ آیا تو طلبہ کو تیار کر کے آپ کے پاس درس کیلئے بھیجا گیا ۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کسی گوشہ میں چھپ کر آپ کا انداز تدریس ملاحظہ فرما رہے تھے وہاں سے واپس آکر آپنے لوگوں سے اپنا تاثر یوں بیان کیا :

" مولانا امجد علی صاحب جوابات دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک دریائے ذخار ہے جو موجیں مار رہا ہے " [۲]

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا ، " اگر یہ (حضرت صدر الشریعہ) یہاں سے چلے گئے تو دار العلوم منظر اسلام کی تعلیمی حالت کمزور ہو جائیگی ۔ اگر یہ یہاں سے چلے گئے تو علم کی بہت بڑی دولت ہم لوگوں کے ہاتھ سے جاتی رہے گی ، ان کے سوا کوئی دوسرا اس جگہ کو پر نہیں کر سکتا " [۳]

حضرت صدر الشریعہ کی تدریسی خدمات ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ فیض پانے والے آج پوری دنیا میں پھیل کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں ۔ ہند و پاک کی کوئی ایسی عظیم دینی درسگاہ نہ

[۱] مکتوب قلمی محررہ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۲ء ۔ [۲] ماہنامہ فیض الرسول ص۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء ۔ [۳] ماہنامہ فیض الرسول ۱۹۶۶ء

ہوگی جہاں آپ کے فیض یافتہ خدمتِ دین میں مصروف نہ ہوں

اب ذیل میں حضرت صدر الشریعہ کے سلاسل علوم اور اسناد حدیث وفقہ کا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے

سلاسلِ علوم

خیرآبادی سلسلۂ تلمذ

علامہ فضل حق خیرآبادی

|

علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری ثم جونپوری

|

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی

سند حدیث مسلسل بالاولیت

حضور اقدس سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

|

حضرت ابو قابوس مولیٰ عبد اللہ بن عمرو بن العاص

|

حضرت سفیان بن عمرو بن دینار

حضرت سفیان بن عیینہ

|

حضرت عبدالرحمٰن بن بشر بن الحکم

|

حضرت ابوحامد احمد بن محمد یحییٰ بن بلال البزار

|

حضرت ابوطاہر محمد بن محمد محمش الزیادی

|

حضرت ابوصالح احمد بن عبدالملک المؤذن

|

حضرت ابوسعید اسمٰعیل بن ابوصالح احمد بن عبدالملک نیشاپوری

|

حضرت حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی

|

حضرت ابوالفرج عبداللطیف بن عبدالمنعم الحرانی

|

حضرت ابوالفتح محمد بن محمد بن ابراہیم الکبریٰ المیدومی

|

{ شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد التریری
شیخ الفضل عبدالرحیم بن حسین العراقی }

شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی (ابن حجر)

شیخ شمس الدین سخاوی القاہری

شیخ وجیہہ الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم علوی

|

شیخ محمد بن افلح الیمنی

|

شیخ عبدالوہاب بن فتح اللہ بروجی

|

(یکے از فقرائے سید عبدالوہاب المتقی)

|

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

|

شیخ ابوالرضا بن اسمٰعیل دہلوی (نواسہ شیخ عبدالحق)

|

سید مبارک فخرالدین بلگرامی

|

سید طفیل محمد اترولوی

سید شاہ حمزہ بن سید آل محمد بلگرامی حسنی الواسطی

|

سید آل احمد اچھے میاں مارہروی

|

سید آل رسول احمدی مارہروی

|

امام احمد رضا بریلوی

|

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی

سند حدیث مسلسل بالاولیت (سند عالی)

نوٹ:۔ (حضور اکرم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن حجر العسقلانی تک وہی سند ہے جو گزری اسکے بعد سند یوں ہے)

شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد الانصاری

|

شیخ ابوالخیر بن عموس الرشیدی

|

شیخ محمد بن عبد العزیز

شیخ احمد بن محمد الدمیاطی المعروف ابن عبد الغنی

|

شیخ مولانا احمد حسن الصوفی مرادآبادی

|

سید شاہ ابوالحسین احمد النوری مارہروی

|

امام احمد رضا قادری بریلوی

|

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی

سند فقہ

النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

|

حضرت عبد اللہ بن مسعود

|

حضرت علقمہ — حضرت الاسود

حضرت ابراہیم

حضرت حماد

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ

امام ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی

شیخ احمد بن حفص (الشہیر ابوحفص الکبیر)

شیخ عبداللہ بن ابی حفص البخاری

امام ابوعبداللہ السبندمونی

شیخ ابوبکر محمد بن الفضل البخاری

شیخ القاضی ابوعلی النسفی

امام شمس الائمۃ الحلوانی

امام فخر الاسلام البزدوی

امام برہان الدین (صاحب الہدایہ)

امام عبدالستار بن محمد الکردری

شیخ جلال الدین الکبیر

شیخ عبدالعزیز البخاری

شیخ سید جلال الدین الخبازی

شیخ علاء الدین السیرانی

شیخ السراج قاری الہدایہ

شیخ الکمال بن الہمام (صاحب فتح القدیر)

شیخ سری الدین عبدالبر بن الشحنہ

شیخ احمد بن یونس الشلبی

شیخ محمد بن عبدالرحمن المسیری ، شیخ عبداللہ النحریری ، محمد بن احمد الحموی ، شیخ احمد المحبی

شیخ حسن الشرنبلالی
(صاحب نور الایضاح)

شیخ علی المقدسی ، شیخ الشمس الحانوتی ، شیخ عمر بن نجیم

شیخ احمد شوبری

شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی (صاحب شرح الدرر والغرر)

شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی النابلسی (صاحب الحدیقۃ الندیۃ)

شیخ اسمٰعیل بن عبداللہ الشہیر علی زادہ البخاری

شیخ عبدالقادر بن خلیل

شیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین المزجاجی

شیخ محمد عابد الانصاری المدنی

شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر مفتی مکہ

شیخ عبدالرحمن السراج بن شیخ عبداللہ السراج مفتی مکہ

امام احمد رضا قادری بریلوی

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی

فقاہت

آپ کے صحیفۂ حیات کے کارنامے تاریخی حیثیت کے حامل ہیں، جو بلاشبہہ نمونہ عمل ہیں۔ ان میں سب سے اہم اور پرکشش آپکا فقہی کارنامہ ہے۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک قوم وملت کے لئے ایک عظیم راہ نما خط کی حیثیت سے باقی رہے گا۔ فقہی کارناموں کی اہمیت وعظمت کا تعلق شخصیت کی فقہی بصیرت سے ہوتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ ایک مستند فقیہہ تھے۔ آپنے اپنی ذاتی صلاحیت اور خوبی کے علاوہ ایک ایسے عظیم المرتبت فقیہہ کے زیر سایہ افتاء نویسی کی خدمات انجام دی ہیں جن کی فقاہت کو اپنوں اور غیروں سب نے تسلیم کیا ہے۔ مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے زیر سایہ آپ نے فتویٰ نویسی کا کام انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ

انجام دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ امام اہلسنت کو آپ کے تفقہ کا نہ صرف اعتراف تھا بلکہ آپ اس تعلق سے حضرت صدر الشریعہ پر بھرپور اعتماد بھی فرماتے تھے۔ جس کا اندازہ مجدد گرامی کے مندرجہ ذیل ارشاد و تأثر سے لگایا جا سکتا ہے۔

"آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پائیے گا، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخّاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے" [1]

اور اسی اعتراف کے طور پر امام احمد رضا نے آپ کو صدر الشریعہ کا لقب عطا فرمایا [2]

آپ کی فقاہت و ذہانت، معاملہ فہمی اور فیصلہ مقدمات سے متعلق مکمل اعتماد ہی کی بنیاد پر امام احمد رضا نے آپ کو تنہا پورے ملک کا قاضی مقرر کیا۔ جس کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ شعبان ۱۳۳۹ھ میں نواب سلطان احمد صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے عرض کیا کہ ہندوستان کو انگریزوں کی حکومت سے نجات ملنے کے بعد جمہوری تقاضوں کی بنیاد پر قاضیٔ شرع و مفتیٔ شرع کا تقرر کیسے ہوگا؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا ملک کی آزادی کے بعد اس مسئلے پر غور کر دوں گا، اس گفتگو کے کچھ ہی دن بعد

[1] الملفوظ حصہ اول ص۹۳۔ [2] محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص۲۳۴ تذکرہ علماء اہلسنت مولانا محمود احمد قادری ص۵۳

اعلیٰ حضرت نے بیٹھک میں صبح سے خاص طور پر انتظام کرائے۔ بیٹھک کے تخت کو مخصوص تین نشستوں کے ساتھ مزین کرایا گیا اور خود آپ تخت کے سامنے ایک علیحدہ کرسی پر تشریف فرما ہوئے، جب حاضرین دربار میں اکٹھا ہوئے تو ارشاد فرمایا،

"ملک انگریزوں کے تسلط سے ضرور آزاد ہوگا۔ جمہوری بنیادوں پر اس ملک کی حکومت کا قیام عمل میں آئے گا مگر ملک میں قاضیٔ شرع اور مفتیٔ شرع کے تقرر کے لئے اسلامی شرعی قانون کی بنیاد پر سخت دشواری ہوگی۔ چونکہ ملک کے بنیادی قوانین میں ایسا کوئی لائحہ عمل نہ ہوگا جس کی بنا پر قاضیٔ شرع و مفتیٔ شرع کا تقرر ہو سکے۔ لہٰذا میں آج ہی اس کی ابتدا کرنے جا رہا ہوں۔ تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے۔ اور آزادی کے بعد کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے

پھر ارشاد فرمایا، "آج میں پورے ملک ہندوستان کے لئے مولانا امجد علی اعظمی کو قاضی شرع مقرر کرتا ہوں۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر مخصوص نشست پر بٹھایا اور دعا دی۔ اور برہان الملۃ مفتی برہان الحق جبلپوری و مفتیٔ اعظم ہند علامہ شاہ مصطفےٰ رضا علیہما الرحمہ کو دار القضاء کیلئے مفتی اور معاون قاضی مقرر کیا [1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مجدد اعظم قدس سرہ کے بعد حضرت صدر الشریعہ قضاء و افتاء کے امام مانے جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ

[1] مفتی برہان الحق جبلپوری، مفتی اعظم نمبر استقامت کانپور مئی ۱۹۸۳ء

اس دور کے اجلۂ علماء کرام کو جب کسی مسئلہ میں کوئی الجھن پیش آتی تو آپ ہی کی طرف رجوع کرتے۔ چنانچہ حیدرآباد دکن کے مولانا اسرار الرحمٰن صاحب نے ۱۸ رجب ۱۳۴۶ھ کو چند مسائل کے حل کے لئے آپ کے پاس استفتاء بھیجا۔ استفتاء کے شروع میں وہ لکھتے ہیں،

"یہ مسائل ایسے ہیں کہ ہر ایک شخص سے تشفی بخش جواب ملنا دشوار ہے خوب غور کے بعد دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بطفیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اس لائق کیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و ایمان و فیضان میں برکت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو آپ کے فیض سے متمتع کرے آمین ثم آمین" [1]

اسی طرح حضرت مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ نے مالِ وقف سے متعلق ایک استفتاء حضرت صدر الشریعہ کے پاس بھیجا تھا۔ جواب کے تقاضے کے لئے یہ خط تحریر فرمایا۔

"جامع ہر علم و فن، مفتیٔ اعظم اہل سنن، ماحی شرور و فتن حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب لازالت فیوضکم السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ، بیشک کار اہم تدریس و تعلیم سے فرصت دم زدن نہ ہوگی اور اس کی کمال مشغولی کسی اور کام کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی ہوگی مگر اس ہیچمداں نے نہایت مجبوری کی حالت میں تکلیف دی ہے میں سعی

[1] فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم قلمی

کر کے تھک گیا مگر کوئی جزئیہ نہ ملا پھر خیال کیا کہ ہمارے علماء کرام میں ایسی کون ذات ہے کہ جس کی تحریر سے میرے قلب کی تسکین ہو بجز آپکی ذات گرامی کے کوئی دوسری ذات ذہن میں نہ آئی یہ وجہ تکلیف دینے کی ہوئی۔ اگرچہ آں مکرم کی جانب سے اس قدر تاخیر ہوئی اور ہو رہی ہے جس کی وجہ سے وقف نامہ کہ اشد ضروری ہے معرض التوا میں ہے، مگر اس شدید ضرورت پر آپ کا جواب اشد سمجھا گیا۔ شاید ہی کوئی روز ایسا گذرتا ہو کہ ڈاک کے وقت آپ کے جواب کا انتظار نہ کیا جاتا ہو۔ یہ احقر نہایت عاجزی سے عرض گزار ہے کہ زبردستی وقت نکال کر جواب مرحمت فرمائیے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو ضرور کوئی جزئیہ مل جائے گا۔ اگر خدانخواستہ کوئی جزئیہ نہ ملا تو آپ کا علم اس پایہ کا ہے کہ کسی کلیہ کے تحت داخل کر کے (مثلاً الضرورات تبیح المحظورات) حکم تحریر فرمادیں۔ چونکہ کسی وقت میں شئی موقوف اضاعت کا ظن غالب ہے لہٰذا ضرور فقہ میں کوئی صورت ایسی ہوگی جو اضاعت سے بچائے اور باوجود ورق گردانی کے کتاب الوقف کی وہ صورت مجھے نہ سوجھی پس آپ کی طرف رجوع کی ضرورت پیش آئی۔ مکرما بہت دن ہوگئے جلد توجہ فرمائیے۔ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ ۔ تا تو بمن میرسی من بخدامی رسم [1]

[1] مکتوب قلمی محررہ ۷ رمحرم الحرام ۱۳۵۷ھ

امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کو جب بھی کسی مسئلہ میں دشواری ہوئی آپ کی طرف رجوع فرماتے۔ ایک بار چند لاینحل مسائل کا حل دریافت کیا اور عریضہ کے آخر میں تحریر فرمایا

"بار بار عریضہ حاضر کرنا ممکن ہے کہ بار خاطر ہو لیکن اگر حضور کی خدمت میں اپنی حاجات پیش نہ کی جائیں تو پھر کس کے دروازہ پر جائیں ؎

تیرے ٹکڑے سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کر ٹکڑا تیرا [۱]

ماہر معقولات خیر الاذکیاء مولانا غلام یزدانی گھوسوی علیہ الرحمہ کا بھی یہی حال تھا، جب انہیں کسی مسئلہ میں الجھن ہوتی تو آپ کی طرف رجوع کرتے چنانچہ انھوں نے "باب النکاح" سے متعلق دو پیچیدہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کے پاس بھیجے، صدر الشریعہ نے تشفی بخش جواب عنایت فرمایا۔ جواب کی وصولیابی کے بعد خیر الاذکیاء نے یہ عریضہ لکھا،

"مخدومنا المکرم و استاذنا المعظم ذوالکرم زاد لطفک و فضلک الحکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، کرم نامہ صادر ہوا۔ بعد مطالعہ کاشف اسرار ہوا، حضور نے ہر دو مسئلہ کو نہایت وضاحت سے تحریر فرمایا فقیر کو بخوبی سمجھ میں آگیا" [۲]

[۱] فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم قلمی استفتاء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی
[۲] مکتوب قلمی ۱۶ر صفر المظفر ۱۳۵۹ھ مملوکہ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی پیلی بھیتی، حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی، حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی، سراج الفقہاء مولانا سراج احمد مکنپوری علیہم الرحمہ وغیرہم نے بھی استفتے کئے

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بھی آپ کے فقہی معلومات پر بھرپور اعتماد فرماتے تھے جس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے،

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز جب اپنے آخری سفر حج کو روانہ ہوئے تو شاہ گنج اسٹیشن سے بخار ہو گیا اور بریلی شریف پہونچتے پہونچتے بخار نے اتنی شدت پکڑ لی کہ اکثر بیہوشی کا سا عالم ہوتا اس وقت بریلی میں مولانا مفتی مجیب الاسلام صاحب اوراد و خدمت و عبادت میں مصروف تھے۔ ان کا بیان ہے کہ انھیں ایام میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خدمت میں چند مسائل کا استفتاء ہوا مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ ابھی جواب مستحضر نہیں ہے۔ اور سفر حج کی تیاری کی وجہ سے کتاب دیکھنے کی فرصت بھی نہیں، یہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کے سامنے پیش کرو۔ وہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کو سنائے گئے۔ آپ نے اسی شدت مرض کے عالم میں بستر علالت پر لیٹے ہی لیٹے تمام سوالات حل فرمادیئے [۱]

نو پیدا مسائل کے شرعی حل کے لئے دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کی

[۱] مقدمہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

مجلس شوریٰ منعقدہ ۳؍ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ کی قرارداد نمبر کی روشنی میں ۲۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹؍ دسمبر ۱۹۹۲ء کو باتفاق رائے "مجلس شرعی" کا قیام عمل میں آیا۔ مجلس کے ارکان اور اس کے تحت ہونے والے فقہی سیمنار کے شرکاء کے لئے استدلال کے جو اصول طے کئے گئے ہیں۔ ان اصول میں ماضی قریب کے چند فقہاء کی تحقیق کو ترجیح حاصل ہونے کا بھی ذکر ہے۔ جن میں صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی کا نام بھی شامل ہے [1]

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ۔ دور جدید کے علماء و فقہاء بھی صدر الشریعہ کی تحقیق پر نہ صرف اعتماد فرماتے ہیں بلکہ ان کی "تحقیق" کو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی طرح "حرف آخر" سمجھتے ہیں

یہی وہ حقائق تھے جن کی بناپر علامہ سید احمد اشرف بن اشرفی میاں علیہما الرحمہ نے اپنی ایک تعارفی تقریر میں ارشاد فرمایا،

"یہ (صدر الشریعہ) علم کی لائبریری ہیں" [2]

حضرت صدر الشریعہ کے شاگرد رشید علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے مختصر جملوں میں فقہ میں ان کے رسوخ و تدبر کی تعبیر یوں کی جاسکتی ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو، صحیفہ فقہ اسلامی ص ۳۴ مفتی نظام الدین رضوی

[2] تعارفی تقریر کانفرنس منعقدہ بھاگلپور۔ بحوالہ کتابچہ صدر الشریعہ"

"آپ کو فقہ کے جمیع ابواب کے تمام جزئیات ان کی تفصیلی دلائل کے ساتھ مستحضر تھے" [1]

اگر آپ مذکورہ بالا اقوال کو حقائق کے آئینے میں پرکھنا چاہتے ہیں تو فقہ میں ان کی تصنیف کردہ کتابوں کا مطالعہ کریں۔

تصنیفات

(۱) بہار شریعت سترہ جلدیں (۲) فتاویٰ امجدیہ چار جلدیں (۳) حاشیہ طحاوی شریف عربی (۴) قامع الواہیات من جامع الجزئیات عربی (۵) التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل (۶) اتمام حجت تامہ (۷) اسلامی قاعدہ

بہار شریعت

یہ کتاب فقہی مسائل پر مشتمل سترہ جلدوں میں ہے، اس میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے عقائد سے لیکر معاملات تک کے ضروری مسائل کا احاطہ کردیا ہے، یہ کتاب اردو زبان میں ہے جس میں مفتیٰ بہ مسائل کو بڑے سلیس اور سہل انداز میں بیان کرکے امت پر عظیم احسان فرمایا ہے، حق تو یہ ہے کہ بہار شریعت اسلامی نظام کی ترجمان ہے زندگی کے ہر شعبہ کی راہنمائی کے لئے فقہی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ کتاب مسائل ضروریہ کے استقصاء، مفتیٰ بہ اور صحیح و راجح مسائل کے بیان، ترتیب مسائل، حسن اسلوب، ہر باب سے متعلق آیات و احادیث کے

---

[1] مقدمہ فتاویٰ امجدیہ اول مفتی عبد المنان اعظمی

بیان اور ہندوستانی ماحول اور معاشرہ کے مطابق مسائل کے اعتبار سے اتنی خوبیوں کی جامع ہے کہ اسے دیکھ کر اہل علم کا تاثر یہ ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں فقہ حنفی کی کوئی کتاب ایسی نہ ہوگی جو ان اوصاف کی بیک وقت جامع ہو حضرت صدر الشریعہ نے دینی مشاغل کے کثرت کے باوجود حالات زمانہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کتاب کے لکھنے کا سلسلہ شروع فرمایا، عموماً ماہ رمضان کی تعطیلات میں سے وقت نکال کر آپ بہار شریعت تصنیف فرماتے ۔ بہار شریعت کے ابتدائی چھ حصے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو سنائے گئے تھے ۔ بعض حصوں پر آپ نے تحریری طور پر مہر تصدیق بھی ثبت فرمائی ہے اس تصدیق جلیل اور تقریر بے مثیل کے چند جملے پیش ہیں،

" فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مسائل وطہارت میں یہ مبارک رسالہ بہار شریعت تصنیف لطیف اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ والطبع السلیم والفکر القویم والفضل العلی مولانا ابو العلی مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والمشرب والسکنی رزقہ اللہ تعالی فی الدارین الحسنی مطالعہ کیا الحمد للہ مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل پایا آج کل ایسی کتابوں کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں اور گمراہی واغلاط کے مصنوع وملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں، مولی عزوجل مصنف کی عمر وعمل، فیض میں

برکت دے اور عقائد سے ضروری فروع تک ہر باب میں اس کتاب کے اور حصص کافی شافی ووافی وصافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے اور انھیں اہلسنت میں شائع ومعمول اور دنیا وآخرت میں نافع ومقبول فرمائے آمین"۔ [1]

امام احمد رضا کی اس تقریظ وتائید کے بعد بہار شریعت کے معتبر ومستند ہونے میں کوئی شبہہ نہیں رہ جاتا، معاصرین میں محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے حقہ کے پانی سے متعلق حضرت صدر الشریعہ کی تحریر کی تصدیق وتائید کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

" حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب قادری اعظمی مدظلہ نے ایسی تحقیق انیق فرمائی ہے کہ مخالف جاہل ہے، تو امید قوی کہ قبول حق کرے، معاند تو سکوت سے کام لے" [2]

فتاوی عالمگیری پانچ سو منتخب اور اجلہ علمائے کرام نے ملکر مرتب کیا تھا۔ پھر بھی اس میں بہت سے جزئیات میں راجح اور مفتی بہ کی تعیین نہیں ۔ ان علمائے کرام کی عظمت یہ تھی کہ دربار میں تشریف لاتے ۔ تو ۔ عالمگیر کھڑے ہوجاتے ۔ بہار شریعت حضور صدر الشریعہ نے تنہا لکھی راجح ومفتی بہ کی تعیین بھی کی، نئے مسائل کی عقدہ کشائی بھی فرمائی، عربی کتابوں میں مدون مسائل کو سلیس اور عام فہم

[1] بہار شریعت حصہ سوم ص۔ ۱۸۷ ۔ [2] ضمیمہ بہار شریعت حصہ دوم

اردو زبان میں منتقل کرنے کی مہم بھی سر کی، ہندوستان کے مزاج، ماحول اور رواج کے لحاظ سے بہت سی صورتوں کے شرعی احکام کا اضافہ بھی فرمایا، اس تناظر میں دیکھا جائے۔ تو۔ یہ پانچ سو علمائے کرام کی مشارکت سے ترتیب پانے والی کتاب فتاویٰ عالمگیری (یا ہندیہ) سے اہم خدمت ہے اس لئے حضرت صدر الشریعہ فرماتے تھے:

"اگر اورنگ زیب علیہ الرحمہ زندہ ہوتے اور میری یہ خدمت دیکھ پاتے تو مجھے سونے سے تولتے"۔[۱]

دیوبندی وہابی مکتب فکر کے لوگوں نے بھی "بہار شریعت" کی اہمیت و عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ گو کہ بعض تذکرہ نگاروں نے "تعصب" سے کام لیا ہے، اور کتاب کے تعارف میں "سچ اور جھوٹ" کی آمیزش کر دی ہے۔ مگر۔ صدر الشریعہ کی علمی جلالت کا بہر حال انھیں بھی اعتراف کرنا پڑا ہے، "تذکرۂ علماء اعظم گڈھ" کے مؤلف دیوبندی مکتب فکر کے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں،

"اس کتاب (بہار شریعت) میں مولانا امجد علی نے مسلک بریلوی کے جملہ معتقدات کو بڑی خوبی سے جمع کر دیا ہے یہ کتاب جماعت بریلوی میں بڑی مقبول ہوئی اور اس جماعت کی اساسی اور بنیادی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے مولانا کے تبحر علمی اور استعداد کا پتہ چلتا ہے"[۲]

[۱] بروایت علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ

[۲] تذکرۂ علماء اعظم گڈھ۔ ص ۲۴

بہار شریعت فقہ کی ایک معتبر و مستند کتاب ہے جو عوام و خواص خصوصًا ارباب افتاء کے لئے ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ ۱۲

فتاویٰ امجدیہ

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے تحریری فتاویٰ کا مجموعہ، جو اہل علم، خصوصًا ارباب افتاء کے لئے ایک فقہی سرمایہ ہے۔ جس میں فقہی قواعد و اصول، آیات قرآنیہ، احادیث کریمہ، فقہی جزئیات اور نظائر۔ و۔ شواہد کے ذریعہ کتاب الطہارۃ سے لے کر کتاب الفرائض تک اکثر ابواب سے متعلق کامل تدقیق و تحقیق کے ساتھ جوابات مرقوم ہیں دلائل و ابحاث اور ندرت استدلال و حسن استنباط کے لحاظ سے "فتاویٰ رضویہ" کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ جو۔ بلاشبہہ موصوف کی جودت طبع، علمی گہرائی اور فقہی بصیرت کا آئینہ دار ہے ــــ زبانی طور پر آپ نے جو فتاویٰ دیئے، ان کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا گیا ہے ــ یوں ہی بذریعہ خط آپ سے جو استفتے کیے گئے۔ ان کے جوابات بھی محفوظ نہیں ہیں۔ حالانکہ حضرت صدر الشریعہ کے پاس آنے والے خطوط کی غالب اکثریت علمی مسائل کے استفتاء سے متعلق ہوتی تھی۔ جس میں زیادہ تر لاینحل اور پیچیدہ مسائل کے حل اور عقدہ کشائی کی گذارش کی جاتی۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے زمانہ میں آپ نے جو تحریری فتاویٰ دیئے جن میں بیشتر فتاویٰ پر اعلیحضرت کے تائیدی دستخط تھے، ان کا بھی کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں۔

صاحبزادہ صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں" زیادہ تر آپ کے فرصت کے اوقات بھی سوال وجواب اور دینی تربیت ہی میں صرف ہوتے، روزانہ زبانی طور پر پچاسوں مسائل آپ سے عوام وخواص معلوم کرتے تھے۔ لیکن کسی نے ان کو قلمبند کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ورنہ ہمارے پاس دینی معلومات کا ایک شاندار ذخیرہ ہوتا۔

تحریری فتاویٰ کا حال بھی تقریبًا ایسا ہی ہے کیونکہ ہمارے پاس آپ کے فتاوی کی جو نقول ہیں وہ ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ سے شروع ہوتی ہیں، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے دور میں آپ نے منصب افتاء پر جو کچھ کارنامے انجام دیئے ان کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں رکھا گیا ہے دوسری جنگ عظیم کے دوران جب کاغذ ناپید ہو رہا تھا اس دور میں بھی کاغذ نہ ہونے کی بناء پر بیشتر فتاویٰ کی نقول تیار نہ ہوسکیں۔ یعنی ہمارے پاس "فتاویٰ امجدیہ" کی جو نقول ہیں انھیں حضرت صدر الشریعہ کے تمام فتاویٰ کا مجموعہ کسی طرح نہیں قرار دیا جاسکتا لیکن جو ہے وہ بھی ایک عظیم فقہی سرمایہ ہے"۔ [1]

اے کاش فقہ وافتاء کے اس ماہر اور علوم ومعارف کے اس حامل وامین کے تمام فتاویٰ کا ریکارڈ محفوظ کیا گیا ہوتا تو

[1] مقدمہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

اہل علم خصوصًا ارباب افتاء کیلئے عظیم سرمایہ ہوتا پھر بھی آپ کے فتاویٰ کا وہ حصہ جو دست بُردِ زمانہ سے محفوظ رہ چکا تھا وہ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے

اس دور کے رسائل وجرائد میں بھی حضرت صدر الشریعہ کے بعض فتاویٰ شائع ہوتے رہے چنانچہ دبدبۂ سکندری رامپور کے درج ذیل شماروں میں آپ کے چند محققانہ فتاویٰ شائع ہوئے ہیں۔

۲۴ ربیع النور ۱۳۶۷ھ / ۶ فروری ۱۹۴۸ء ص ۱

۵ ربیع الآخر ۱۳۶۷ھ / ۱۷ فروری ۱۹۴۸ء ص ۲

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۱۷ مارچ ۱۹۴۸ء ص ۱

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۲۹ مارچ ۱۹۴۸ ص ۲

۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ / ۳۰ اپریل ۱۹۴۸ ص ۱

۲ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ / ۱۲ مئی ۱۹۴۸ ص ۱

۲۹ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ / ۶ اگست ۱۹۴۸ ص ۲ [1]

خطوط کے ذریعہ استفتاء کے جوابات کی نقل موجود نہیں۔

بعض خطوط جو دست بردِ زمانہ سے محفوظ رہ گئے ہیں۔ ان میں بعض استفتے بڑے اہم ہیں۔ اگر۔ ان کے جوابات کا ریکارڈ مل جاتا تو بڑا علمی سرمایہ ہاتھ آجائے۔ علامہ حشمت علی صاحب نے اپنے

[1] بحوالہ محدث اعظم پاکستان ص ۱۳۴ جلد اول

ایک خط میں کئی سوالات کئے ہیں جن میں دو بہت اہم ہیں ناظرین کی اطلاع کے لئے ہم اسے نقل کر رہے ہیں ① عموم بلوی کی جامع مانع فقہی تعریف کیا ہے؟ جس کے صدق و عدم صدق سے جزئیات کثیرہ موجودہ کا حکم فقہی معلوم کیا جا سکے ② وہ کون سا ضابطۂ فقہ ہے جس کی رو سے یقیناً یہ معلوم کیا جا سکے کہ فلاں لفظ طلاق میں صریح ہے اور فلاں کلمہ طلاق کیلئے کنایہ ہے اور فلاں لفظ ایسا ہے کہ اسے اگرچہ بہ نیت طلاق ہی بولا جائے پھر بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔ کتب فقہ میں بعض ایسے الفاظ طلاق کے لئے کنایہ بتائے گئے ہیں جن کا کنایۂ طلاق ہونا اپنی ناقص سمجھ میں نہیں آتا اور بعض ایسے الفاظ جو اپنی فہم ناقص و قاصر میں کنایۂ طلاق معلوم ہوتے ہیں۔ اور فقہا فرماتے ہیں کہ ان سے بہ نیت طلاق بھی طلاق واقع نہ ہوگی [1]

فتاویٰ امجدیہ کے مطالعہ سے ہر شخص یہ باور کرے گا کہ یہ مجموعہ اپنی جامعیت اور ظاہری و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے فتاویٰ رضویہ کے بعد ایک انفرادی و امتیازی مقام رکھتا ہے جسے دلائل و ابحاث کے لحاظ سے فتاویٰ رضویہ کا مثنیٰ اور نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ مجدد اعظم کی نظر، جس طرح حیات ظاہری میں آپ کے فتاویٰ پر تھی، اسی طرح وفات کے بعد بھی مجدد گرامی کی عنایات شامل حال

[1] مکتوب قلمی علامہ حشمت علی قادری محررہ ۲۹ر رجب ۱۳۶۲ھ مملوکہ جامعہ امجدیہ رضویہ

رہیں۔ چنانچہ ایک خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے صدر الشریعہ اپنی خود نوشت سوانح میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اس کے بعد بلا تکلف میں اس خدمت افتاء وغیرہ کو انجام دیتا رہا، اور یہ سمجھ لیا کہ جس طرح اعلیٰحضرت نے اپنی حیات میں لوگوں کے سامنے اس کام کو تفویض فرمایا تھا اب بھی اس کام کو مجھ سے لینا چاہتے ہیں اور جو کچھ دشواریاں ہونگی اس میں وہ خود مددگار رہونگے چنانچہ کبھی باوجود اپنی کم بضاعتی کے اس سلسلے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ فللہ الحمد" [1]

اعلیٰحضرت قدس سرہ کے انتقال کے بعد صدر الشریعہ کو بڑی فکر دامن گیر ہوئی کہ اب فتاویٰ کی قطعی صحت اور اصلاح کا کام کون کرے گا چنانچہ اس فکر میں آپ سو گئے اور خواب میں اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ کے ہاتھوں میں فتاویٰ دیتے ہوئے فرمایا ہم اسی طرح آتے رہیں گے۔ اس خواب کے تذکرہ کے بعد صدر الشریعہ نے بریلی شریف کے عرس کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "مجھے یقین ہوا کہ میرے فتاویٰ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی باطنی نظر برابر رہے گی اور جب بھی میں نے کوئی فتویٰ ترتیب دیا تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا خاص

[1] مقدمہ فتاویٰ امجدیہ جلد اوّل

کرم شامل حال رہا تو یقین ہے کہ میرا کوئی فتویٰ غلط نہیں، بلکہ ہر فتویٰ شریعت کے مطابق ہے" [1]

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاویٰ مختصر مگر جامع، آیات و احادیث، فقہی جزئیات و اصول سے مزین ہیں، دریا کو کوزے میں بند کرنے کا مقولہ آپ کے فتاویٰ پر کما حقہ منطبق ہوتا ہے، تفصیل طلب فتاویٰ کو آپ نے تفصیل سے لکھا ہے۔ آپ کے فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد یہ کہنا حق بجانب ہے کہ ع بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری۔۱۲

التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل

یہ رسالہ قنوت نازلہ کے تعلق سے ایک استفتے کا تفصیلی جواب ہے اس میں قنوت نازلہ سے متعلق احادیث کریمہ اور اقوال فقہا کی ایسی تحقیق و تنقیح کی گئی ہے اور ایسے قوی دلائل سے حنفی مذہب کو ثابت کیا گیا ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد آپ کے وفور علم، فہم و دانش، حدیث دانی اور فقہی بصیرت کا پہلو نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ اس رسالے کے اختتام پر خود مصنف علیہ الرحمہ کا مندرجہ ذیل ریمارک رسالے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے

"بحمدہ تعالیٰ قنوت نازلہ کا یہ مسئلہ، اور اس کے پہلے قنوت نازلہ قبل رکوع ہونے کا مسئلہ، یہ دونوں مل کر ایک رسالہ کی قدر ہو گئے

[1] علامہ غلام جیلانی اعظمی مقالہ قلمی مملوکہ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

اس کا نام التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل رکھا گیا ہے فقیر اس قابل نہیں کہ وہ محقق اور مدلل فتاویٰ تحریر کر سکے۔ مگر۔ محض اللہ عزوجل کا فضل و کرم تھا جو ایسا فتویٰ ایسی حالت میں اس نے تحریر کرا دیا" [1]

"قنوت نازلہ" کا مسئلہ حنفیہ و شافعیہ کے درمیان متنازع فیہ ہے۔ خود حنفیہ کے درمیان بعض جزوی امور میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اس حیثیت سے یہ مسئلہ بڑا اہم اور پیچیدہ ہے خصوصًا جب کہ متون و شروح میں اختلافات موجود ہوں۔ ایسی صورت میں راجح، مختار اور مفتی بہ قول کو ٹھوس دلائل سے ثابت کرنے کیلئے فقہ میں جس رسوخ و تبحر اور کامل استحضار کی ضرورت ہے وہ کچھ اہل علم خصوصًا ارباب افتاء ہی سمجھ سکتے ہیں جن کی فکر و نظر کا دائرہ حدیث کے رموز و اسرار اور فقہ کے اصول و جزئیات پر وسیع سے وسیع تر ہو

رسالے کی اہمیت کے پیش نظر ذیل میں اصل مسئلہ کا مختصر سا خاکہ نیز اس سے متعلق جوابات و ابحاث کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے

قنوت نازلہ ایک مخصوص دعا ہے، جو مسلمانوں پر کسی عظیم حادثے کے وقت نماز فجر میں پڑھی جاتی ہے

[1] التحقیق الکامل مشمولہ فتاویٰ امجدیہ اول صفحہ ۲۳۲

حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف

قنوت نازلہ کے سلسلہ میں حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان چند بنیادی اختلافات ہیں

(۱) نماز میں قنوت پڑھنے کا محل کیا ہے؟ آیا قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ـــ یا ـــ رکوع کے بعد؟

(۲) نماز فجر میں قنوت نازلہ عام دنوں میں بھی ہے؟ ـــ یا ـــ صرف بلا و مصیبت نازل ہوتے وقت؟

(۳) نماز وتر میں قنوت، ہمیشہ پڑھا جائیگا ـــ یا ـــ صرف رمضان المبارک کے نصف اخیر میں؟

(۴) وتر کے علاوہ نمازوں میں دعائے قنوت پڑھ سکتا ہے؟ یا نہیں؟

حنفیہ کا مسلک

(۱) نماز وتر میں دعائے قنوت کا پورے سال میں ہونا ـ اور اس کا محل قبل رکوع ہونا متفق علیہ ہے (۲) نماز فجر میں دعائے قنوت کے سلسلہ میں حنفیہ کے دو قول ہیں (۱) قنوت فجر منسوخ ہے ـ لہٰذا ـ پڑھا نہ جائیگا (۲) قنوت فجر نازلہ (عظیم حادثہ) کے وقت ہے۔ غیر نازلہ کے وقت نہیں

شافعیہ کا مسلک

(۱) نماز وتر میں قنوت، صرف ماہ رمضان کے نصف اخیر میں ہے اور فجر میں ہمیشہ ہے خواہ نازلہ ہو ـ یا نہ ہو ـ (۲) قنوت کا محل بعد رکوع ہے، خواہ نماز

فجر ہو یا نماز وتر

قنوت وتر

نماز وتر میں دعائے قنوت کا قبل رکوع ہونا، حنفیہ کا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اس سلسلہ میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے رسالہ کے اندر متعدد صحیح حدیثوں سے حنفیہ کے مسلک پر دلیل پیش کی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت کردہ حدیثوں سے یہی ثابت ہے، جن میں یہ صاف تصریح ہے ـ

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا ـ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اس بات کی صاف تصریح فرمادی ہے کہ قنوت بعد رکوع صرف ایک ماہ تھا ـ چنانچہ بخاری شریف میں عاصم احول نے روایت کی ـ کہ ـ میں نے حضرت انس سے نماز میں قنوت کے بارے میں پوچھا انھوں نے اثبات میں جواب دیا ـ میں نے پھر پوچھا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ فرمایا رکوع سے پہلے ـ

ان فلانا اخبرنی عنک انک قلت بعدہ قال کذب انما قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد الرکوع شہرا [1]

[1] بخاری شریف ج ۱ ص

فلاں نے تو مجھے آپ کے حوالے سے خبر دی ہے کہ آپ کا قول قنوت بعد رکوع کا ہے۔ فرمایا جھوٹ کہا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد صرف ایک ماہ قنوت پڑھا ہے۔

اگرچہ حدیث کے سیاق و سباق سے ظاہر یہی ہے کہ یہ قنوت فجر تھا۔ تاہم محل قنوت کی تعیین اس سے بخوبی ہو جاتی ہے۔

قنوت فجر کے سلسلے میں حنفیہ کے دو قول

حضرت صدر الشریعہ نے قنوتِ فجر کے تعلق سے احناف کے دو قول نقل فرمائے ہیں۔ پھر ان دونوں میں تطبیق دے کر دونوں قول کا محمل متعین فرمایا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قنوت فجر والی حدیث منسوخ ہے۔ نہ اس میں غیر نازلہ کی کوئی تخصیص ہے اور نہ ہی نازلہ کا استثناء۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قنوت فجر نازلہ کے لئے تھا۔ اور ترکِ قنوت رفع علت کی بنا پر تھا لہٰذا آج بھی۔ اگر نازلہ (حادثہ) ہو۔ تو۔ قنوت پڑھا جائیگا۔ پہلا قول امام حسن ابن منصور معروف بہ قاضی خاں امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی صاحب بدائع الصنائع علامہ علاء الدین حصکفی وغیرہم کا ہے۔ جب کہ۔ دوسرا قول امام ابوجعفر طحاوی اور متون فقہ کے اکثر شارحین کا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ان دونوں اقوال و ارشادات میں کوئی تعارض نہیں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ تحریر فرماتے ہیں، "جو فجر میں

قنوت کا انکار کرتے ہیں۔ ان کی مراد مداومت سے انکار ہے۔ اور اگر صورت نازلہ میں پڑھا جائے۔ اس کی ممانعت نہیں۔ اور اس کے منسوخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نازلہ نہ ہونے کی صورت میں منسوخ ہے نہ کہ نفسِ حکم منسوخ ہے" [1]

قنوت فجر کا محل کیا ہے

قنوت فجر کا محل قبل رکوع یعنی قیام ہے یا بعد رکوع یعنی قومہ؟ اس سلسلے میں حنفیہ کے تین اقوال ملتے ہیں۔

(۱) شرعاً اختیار ہے چاہے رکوع سے پہلے پڑھے۔ یا۔ رکوع کے بعد۔ یہ قول علامہ سید احمد طحطاوی کا ہے

(۲) رکوع کے بعد قنوت پڑھنا۔ یہی ظاہر تر ہے۔ یہ قول علامہ ابن عابدین شامی کا ہے

(۳) قنوت کا محل قیام یعنی قبل رکوع ہے۔ یہ قول امام بن ہمام اور علامہ کاسانی کا ہے

یہ ایک سنگین صورت حال ہے۔ کہ۔ خود ائمہ احناف میں اس مسئلہ کے تعلق سے اختلاف رائے پایا جاتا ہے اور۔ یہ کہ احناف کا یہ کوئی طے شدہ مسئلہ نہیں ہے۔ جہاں تک دلیل کی بات ہے۔ بظاہر ہر قول دلیل سے مزین نظر آتا ہے ① علامہ سید احمد طحطاوی حاشیۂ درمختار میں

[1] التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل شمول فتاوی امجدیہ اول ص ۲۰۶

قول تخییر کے بارے میں فرماتے ہیں" "قلت وقد ورد فعلہ قبلہ وبہ قال الامام مالک وبعدہ وبہ قال الامام الشافعی فمقتضی النظر التخییر۔ میں کہتا ہوں کہ روایتیں دو ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے قنوت قبل رکوع بھی ثابت ہے۔ جیساکہ امام مالک کا قول ہے اور بعد رکوع بھی ثابت ہے جیساکہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ تو تقاضائے غور وانصاف یہ ہے کہ نمازی اس سلسلے میں مختار ہو" چاہے قبل رکوع قنوت پڑھے یا بعد رکوع" لہ

علامہ طحطاوی کی مذکورہ بالا دلیل پر فقیہ اعظم نے جو ریمارک لگایا ہے۔ یقیناً۔ وہ آپ کی خداداد ذہانت اور فقہی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے جس مناظرانہ وفقیہانہ اسلوب میں علامہ طحطاوی کی دلیل پر کلام کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

" اقول۔ بلا شبہ بعد الرکوع بھی قنوت وارد ہوا۔ مگر وہ ایک مہینہ سے زیادہ متجاوز نہ ہوا۔ جیساکہ عبداللہ بن مسعود اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہم کے ارشادات سے ثابت۔ اور باوجود اس تصریح کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قنوت فجر کا بیان کرنا اور اس کا قبل رکوع ہونا اس امر کو واضح کرتا ہے کہ نازلہ کی صورت میں بھی قنوت بعد الرکوع نہیں رہا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بعد الرکوع قنوت کا قول کرنا وہ مطلقاً

لہ طحطاوی علی الدرج ۱

نازلہ ہو یا غیر نازلہ۔ فجر ہو یا وتر۔ سب میں وہ بعد الرکوع کے قائل ہیں۔ اگر ان کا یہ قول موجب تخییر ہو تو وتر میں بھی حنفیہ کو قنوت میں تخییر چاہئے اور اگر یہ اختلاف ائمہ تخییر کا سبب بن جایا کرے تو صرف قنوت نازلہ ہی کی کیا تخصیص بکثرت مسائل وہ ہیں جن میں مابین مجتہدین اختلاف پائے جاتے ہیں۔ ان سب میں یہ کہہ دینا صحیح ہو جایا کرے تو چاہئے کہ سب میں یہی تخییر کا قول کر دیا جائے۔ اور۔ اس کو مقتضائے نظر کہہ کر ترجیح کا دروازہ بند کر دیا جائے" لہ

فقیہ موصوف کا ریمارک بہت واضح ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہیکہ تخییر پر علامہ طحطاوی کے استدلال کی بنیاد اگر اس پر ہے کہ روایت قنوت قبل رکوع اور قنوت بعد رکوع دونوں سے متعلق آئی ہے تو اس پر کلام یہ ہے کہ قنوت بعد رکوع کا منسوخ ہو کر صرف قنوت قبل رکوع ہونا جب متعین ہو گیا تو روایات کی بنیاد پر تخییر کی گنجائش کہاں رہی؟

اور اگر تخییر کی بنیاد اس پر رکھتے ہیں کہ ائمہ میں سے کسی نے قبل رکوع لیا ہے کسی نے بعد رکوع تو۔ ایسے صدہا مسائل ہیں جن میں ائمہ کے الگ الگ اقوال ہیں تو چاہئے کہ ہر جگہ اختیار ہو تو کسی ایک کی ترجیح کا دروازہ ہی بالکل بند ہو جائے گا اور عمل کرنے والوں کو

لہ التحقیق الکامل ص ۸-۲۰۷

پوری آزادی رہے گی جس کے قول پر چاہیں عمل کریں۔ اختیار ہے

(۲) علامہ شامی علیہ الرحمہ نے رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھنے کو ظاہر تر (اظہر) بتایا ہے۔ وہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں

"ھل القنوت ھذا قبل الرکوع ام بعدہ لم ارہ والذی یظھر لی ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جھر فیؤمن وانہ یقنت بعد الرکوع لا قبلہ بدلیل ان ما استدل بہ الشافعی علی قنوت الفجر وفیہ التصریح بالقنوت بعد الرکوع حملہ علماؤنا علی القنوت النازلۃ ثم رایت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظھر الحموی انہ قبلہ والاظھر ما قلناہ" [1]

کیا یہ قنوت رکوع سے پہلے ہے یا رکوع کے بعد، میں نے اس سلسلہ میں کوئی تصریح نہیں دیکھی لیکن جو بات میرے نزدیک ظاہر ہے۔ وہ یہ کہ مقتدی اپنے امام کی پیروی کریگا۔ البتہ اگر امام جہر سے پڑھے تو مقتدی آمین کہے گا، اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے گا۔ اس سے قبل نہیں دلیل یہ ہے کہ امام شافعی نے جس حدیث سے قنوتِ فجر پر استدلال کیا ہے اور جس میں قنوت بعد رکوع ہونے کی تصریح ہے۔ اس کو ہمارے علماء نے قنوت نازلہ پر محمول کیا ہے۔ پھر مراقی الفلاح میں شرنبلالی کی روایت میں بعد رکوع ہونے کی تصریح موجود ہے۔ علامہ حموی نے قبل رکوع ہونے کو ظاہر بتایا ہے۔ لیکن۔ ہم نے جو کہا (قنوت بعد رکوع) وہی ظاہر تر ہے۔

علامہ شامی کے مذکورہ بالا قول پر فقیہہ اعظم ہند نے جو ریمارک لگایا ہے۔ اور۔ جو تحقیق انیق پیش کی ہے۔ وہ چشم بصیرت سے پڑھنے

[1] ردالمحتار ج ۱ ص ۴۹۶ باب الوتر والنوافل

کے قابل ہے۔ آپ رقم طراز ہیں۔

"علامہ شامی کا یہ فرمانا کہ شافعیہ نے جن حدیثوں سے استدلال کیا۔ ان کو ہمارے علماء نے نازلہ پر حمل کیا۔ اس سے قنوت نازلہ کا بعد الرکوع ہونا ظاہر تر معلوم ہوتا ہے" یہ قول قابل نظر ہے کہ۔ ہمارے علماء نے قنوت کے قبل الرکوع ہونے پر احادیث سے استدلال فرمایا۔ اور شافعیہ کے استدلال کی جو حدیثیں تھیں، ان کے متعلق یہ فرمایا کہ یہ صرف ایک مہینہ تک کے لئے ہوا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک فرمایا۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود وانس بن مالک رضی اللہ عنہما کے ارشادات سے ظاہر ہے امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور امام ملک العلماء ابومسعود کاسانی نے بدائع الصنائع میں قنوت بعد الرکوع ہونے کا انکار فرمایا، اور قبل الرکوع ہونے کو ثابت فرمایا۔ اور اس کو نازلہ کے ساتھ خاص نہیں رکھا، ہاں ہمارے علماء نے قنوت فجر کی اجازت کو ضرور نازلہ پر محمول کیا ہے۔ جس کا یہ مقصد ہے کہ احادیث میں جو قنوت فجر کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد قنوت نازلہ فی الفجر ہے نہ یہ کہ بعد الرکوع ہونا بھی' درصورت نازلہ ہے، بلکہ ہمارے علماء کے نزدیک قومہ یعنی رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد قنوت کا محل ہی نہیں"[1]

[1] التحقیق الکامل مشمولہ فتاویٰ اجدیہ اول ص ۲۰۷

قومہ محل قنوت ہے ہی نہیں" اس مسئلہ کو فقیہہ موصوف نے بدائع الصنائع، بحر الرائق، فتاویٰ عالمگیری، درمختار، تاتارخانیہ وغیرہ فقہ کی اہم اور معتبر کتابوں سے ثابت فرمایا ہے۔ پھر۔ آپ نے علامہ شامی اور علامہ طحطاوی دونوں حضرات کی عبارتوں پر یوں گفتگو کی ہے۔

"لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر یہ قنوتِ نازلہ بعد الرکوع ہوتا، جس کو علامہ شامی نے اظہر بتایا۔ یا تخییر ہوئی جس کو علامہ سید احمد طحطاوی نے ذکر کیا ہے۔ تو ضرور اس موقعہ پر علماء تصریحات فرماتے۔ اور اس محل پر اس مسئلہ کو علی الاطلاق نہ بیان کرتے۔ بلکہ۔ خود علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید ابن عابدین شامی بھی۔ جو تخییر یا بعد الرکوع کو اظہر کہتے ہیں وہ بھی اس موقعہ پر خاموش گزر جاتے ہیں نازلہ کی تخصیص نہیں فرماتے" [1]

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے قنوت فجر کے بعد رکوع ہونے پر ایک دلیل یہ دی تھی۔ کہ۔ قنوت فجر میں وارد حدیثوں کو ہمارے علماء نے نوازل پر محمول کیا ہے۔ اور نوازل کے تعلق سے جو حدیثیں ہیں، ان میں قنوت بعد رکوع ہونے کی تصریح موجود ہے۔ لہٰذا۔ اظہر یہی ہے کہ قنوت بعد رکوع ہو۔ فقیہہ اعظم ہند نے اس دلیل کو پایۂ اعتبار سے ساقط قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

"علامہ شامی کا یہ فرمانا کہ قنوت فجر میں جو حدیثیں وارد ہوئیں، انکو ہمارے علماء نے نوازل پر محمول کیا ہے۔ اور۔ نوازل کی حدیثوں میں

[1] التحقیق الکامل مشمولہ فتاویٰ امجدیہ اول ص ٢٠٩

قنوت بعد الرکوع آیا ہے، یہ علی الاطلاق صحیح نہیں، قنوت نازلہ کی بعض حدیثیں وہ ہیں جن میں قنوت کا قبل رکوع ہونا مذکور ہے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قنوت فجر کی حدیث کے راوی ہیں۔ اور وہ رکوع کے بعد زیادہ سے زیادہ ایک ماہ قنوت پڑھنا بیان کرتے ہیں، پھر اسکا ترک فرمانا ذکر کرتے ہیں، اور بعض حدیثوں میں اس ایک ماہ کے سوا قبل الرکوع قنوت کا ہونا بیان کرتے ہیں، اس قنوت کو بھی ہمارے علماء نے نازلہ ہی پر محمول کیا ہے" [1]

پوری بحث و تحقیق کے بعد رسالہ کے اخیر میں قول مختار، منقح معتمد اور اپنا مذہب یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"ہمارا مذہب قنوت قبل الرکوع کا ہے تو درصورت نازلہ نماز صبح میں بھی اگر یہ قنوت پڑھا جائے تو اس کو قبل الرکوع ہی ہونا چاہیئے" [2]

مذکورہ بالا تحقیقات و ابحاث سے حضرت صدر الشریعہ کا حدیث و فقہ میں رسوخ و تبحر بخوبی عیاں ہے، اور مذکورہ رسالہ اس علمی مسئلہ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے

قامع الواہیات من جامع الجزئیات

سنہ ١٣٣١ھ کو مچھلی بازار کانپور کی مسجد کا معاملہ ایک اہم دینی و سیاسی مسئلہ بن چکا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ مسجد کا ایک حصہ برٹش حکومت کے حکام نے منہدم کر دیا تھا۔ جس پر کافی انتشار رہا۔ اس قضیہ

[1] التحقیق الکامل مشمولہ فتاویٰ امجدیہ اول ص ٢٠٩۔ [2] ایضاً ص ٢١٠

میں مسلمان شہید کئے گئے، کچھ قید کئے گئے۔ سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر انگریز گورنمنٹ نے صلح یوں کرنی چاہی۔ کہ مسجد کا جو حصہ منہدم ہو چکا ہے اسے لوگوں کی گزرگاہ بنا دیا جائے۔ اور اس پر ایک چھت ڈال کر چھت پر مسلمانوں کا قبضہ دلا دیا جائے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے اولاً یہ تجویز منظور کر لی تھی، یہ استفتاء امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے پاس آیا۔ کہ۔ آیا مولانا موصوف کی یہ مصالحت درست ہے یا نہیں؟ آپ نے اس مصالحت کے رد میں " ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری " تحریر فرمایا۔ مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی نے اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے ایک چھ ورقی عربی کتابچہ لکھا۔ جس میں بزعم خویش موصوف نے چند فقہی جزئیات سے اپنے دعویٰ کی تائید پیش کی۔ اس کے رد میں حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ نے پچپن صفحات پر مشتمل ایک عربی رسالہ " قامع الواہیات من جامع الجزئیات " تحریر فرمایا۔ اور۔ یہ ثابت فرما دیا کہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مچھلی بازار کانپور کی مسجد کے تعلق سے جو فیصلہ کیا ہے وہ خلافِ شرع ہے۔ اس چھ ورقی عربی کتابچہ کے جواب میں آپ نے اپنے رسالہ " قامع الواہیات " کے اندر بڑی محققانہ بحث فرمائی ہے اور مولانا عبدالباری صاحب کے بیان کردہ جزئیات کا بھرپور تجزیہ کیا ہے۔ بلکہ۔ یوں کہیئے کہ پوسٹ مارٹم کر دیا ہے۔ اور یہ ثابت فرما دیا ہے

کہ حکومت کی جس کارروائی پر مولانا فرنگی محلی مطمئن ہیں وہ کارروائی قانون شرع کے خلاف ہے۔ اور۔ اس میں مسجد کی بے حرمتی ہے اور۔ نہ ہی کسی روایت کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ مسجد توڑ کر راستہ بنا لینا جائز ہو۔

مولٰینا لکھنوی صاحب نے اپنے کتابچہ میں چند جزئیات سے اپنے دعوی کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی تھی مگر ان کی یہ کوشش بار آور نہ ہوئی۔ چنانچہ ابانۃ المتواری اور " قامع الواہیات " کو دیکھنے کے بعد انھیں اس مسئلہ میں رجوع بھی کرنا پڑا ــــــ " عربی کتابچہ " کا " قامع الواہیات " میں جو رد بلیغ کیا گیا ہے، وہ علمی ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی بھی ہے اور دلچسپ بھی، یہ رسالہ جہاں حضرت ممدوح کے فقہی تبحر کا آئینہ دار ہے وہیں عربی ادب پر آپ کی بے پناہ مہارت و ممارست پر شاہد عدل بھی ہے۔ رسالہ پڑھنے کے بعد متبحر مصری فقیہہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ــــ ہم نمونہ کے طور پر ذیل میں مذکورہ رسالہ کے چند اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

مولانا لکھنوی صاحب نے مسجد کی زمین پر گذرگاہ بنانے کے جواز پر ایک دلیل یہ دی تھی کہ فقہاء نے اس سلسلہ میں جواز و عدم جواز کا کوئی فیصلہ نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ یہ حکم مسکوت عنہ ہے۔ لہٰذا جائز۔ چنانچہ وہ رقم طراز ہیں۔

(۱) قد علم أن قولهم المسجد مسجد إلى السماء وإلى تحت الأرض إن لم يجعل تحته أو فوقه شئ آخر، أما جعل الممر تحته فإنه مسكوت عنه في هذا المحل "

فقہاء کا یہ کہنا کہ مسجد، آسمان اور تحت الثریٰ تک مسجد ہوتی ہے یہ اس وقت ہے جبکہ اسکے نیچے یا اسکے اوپر کوئی دوسری چیز نہ بنائی گئی ہو، رہا مسجد کے نیچے گذرگاہ بنانا تو یہ حکم مسکوت عنہ ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس استدلال کی دھجیاں اڑادی ہیں اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ مسجد کی زمین میں گذرگاہ بنانے کو مسکوت عنہ کہنا فقہاء اسلام کے ارشادات سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

تقدم مرارًا وقد اعترف به أيضًا أن كل هذا قبل تمام المسجدية لأن المسجد إنما يصير مسجدًا بجعله فإذا بنى فوقه أو تحته بيتًا أو سردابًا للمصالح لم يجعل هذا القدر مسجدًا

بار بار گذر چکا ہے اور خود موصوف کو بھی اعتراف ہے کہ یہ صورت تمام مسجدیت سے پہلے کی ہے، اسلئے کہ جب مسجد کو مسجد کردیا جائے وہ حقیقۃً مسجد ہوجاتی ہے، تو جب اسکے اوپر یا نیچے کوئی گھر بنایا جائے۔ یا مصالح عامہ کیلئے سرائے بنایا جائے تو اتنی جگہ

فكان منعًا للانزعاج ودفعًا للارتفاع بخلاف ما إذا تمت المسجدية ولم يجعل تحته ولا فوقه شيئًا فقد صار مسجدًا في جانبيه إلى منقطع الجهتين بإقرارك أيضًا فكيف يحل الآن النزع والرفع والإخراج والقطع وكلامك في هذا، إذ هو في الاستبدال وهو نعلك في كافور فما تغني الحيل " [1]

کو مسجد نہیں قرار دیں گے۔ تو یہ مسجدیت سے خارج ہوئی، نہ کہ مسجد کو مسجدیت سے ختم کرنا ہوا، بخلاف اس صورت کے جب کہ مسجدیت تام ہوجائے، اور اس کے اوپر یا نیچے کوئی چیز نہ بنائی جائے، تو دونوں جہتوں کے ختم تک دونوں جانب مسجد ہوگی، خود آپکے اقرار سے بھی تو پھر تمام مسجدیت کے بعد مسجد کے حصہ کو ڈھانا اور مسجدیت سے خارج کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اور آپکی گفتگو اسی شق پر ہے۔ اسلئے کہ یہ تو مسجد کو بدلنا ہوگا جیسا کہ آپنے مسجد کا تنور میں کیا ہے تو پھر حیلہ وبہانہ کیا کارآمد ہوگا۔

حضرت ممدوح نے مزید رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ جگہ مسجد کی اندرونی جگہ نہ بھی ہو، بلکہ مصالح مسجد کیلئے ہو۔ جب بھی اُسے عام سڑک بنانا جائز نہیں۔ کہ مصالح مسجد، توابع مسجد ہیں۔ اور توابع مسجد کے لئے مسجد ہی کا حکم ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

[1] قامع الواهيات مع جامع الجزئيات ص ۷۸

مصالح المسجد توابع المسجد وتابع الشئ لهٗ حکم الشئ تقول ما في الدار غير الامیر ومعه خدمه، أما سمعت ما تقدم عن الكتب الكثيرة ونقلتهٗ ايضاً إن الفناء تبع للمسجد فيكون حكمه حكم المسجد ـ لـه

مسجد کے مصالح، مسجد کے تابع ہوتے ہیں۔ اور جو حکم شئی کا ہوتا ہے وہی حکم شئی کے تابع کا ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے امیر کے علاوہ گھر میں کوئی نہیں ہے جبکہ اسکے خادم اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے نہیں سنا جو فقہی عبارتیں اس سے پہلے گذریں۔ کہ فنائے مسجد، مسجد کے تابع ہوتا ہے، تو اس کا حکم مسجد ہی کا ہے۔

(۲) مولانا لکھنوی نے ابو خطاب کے حوالہ سے ایک جزئیہ پیش کر کے انہدام مسجد کانپور کے جواز پر اس طرح دلیل دی تھی:

قال ابو الخطاب سئل ابو عبد الله يحول المسجد قال اذا كان ضيقاً لا يسع اهله فلا بأس أن يحوله إلى موضع أوسع منه۔

ابو خطاب نے کہا کہ ابو عبد اللہ سے تحویل مسجد کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ جب مسجد تنگ ہو، اور نمازی اسمیں نہ سمائیں تو دوسری وسیع زمین میں منتقل کرنے میں حرج نہیں۔

مذکورہ بالا استدلال پر حضرت صدر الشریعہ نے جو فقہی و منطقی گرفت فرمائی ہے

لـه قامع الواهيات ص ۲۹

وہ کچھ اس طرح ہے۔

هذا في الجامع فانه الذي يضيق عادة لجمعة الجماعات لاسيما عند اتحاد الجمعة كما كان في زمنهم فليس فيه إلا تحويل الوصف ولو جاز ابطال المسجدية لأجل الضيق لما حل أخذ ارض بكرهٍ للتوسيع وقد فعله الصحابة رضي الله تعالى عنهم ولعمري ما ابطال المسجد للضيق الا كقتل مسلم لمرضه۔ لـه

مذکورہ بالا (تحویل مسجد کا) قول، جامع مسجد سے متعلق ہے، کیونکہ جامع مسجد ہی وہ ہے جس میں مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اکٹھا ہو جاتی ہیں۔ اسلئے وہ عادۃً تنگ ہو جاتی ہے۔ بالخصوص جبکہ نماز جمعہ ایک ہی جگہ ہوتی ہو جیسا کہ ان حضرات کے زمانہ میں تھا، تو اسمیں محض مسجد کے وصف کو بدلنا ہے (نہ کہ مسجد کی مسجدیت کو) اگر تنگی کی وجہ سے مسجد کی مسجدیت کو باطل کرنا جائز ہوتا تو پھر توسیع مسجد کیلئے پاس والی زمین کو جبراً لینا کیونکر جائز ہوگا۔ حالانکہ صحابۂ کرام نے ایسا کیا ہے۔ تنگی کی وجہ سے مسجدیت کو ختم کرنا ایسے ہی ہے جیسے کسی مسلمان کو بیماری کی وجہ سے قتل کر دینا۔

پھر آپ نے معارضہ کے طور پر جو بحث کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بتائیے!

لـه قامع الواهيات ص ۹۳

مسجد اگر تنگ ہو جائے تو وہ مسجد ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہے تو یہ تنگ چیز آخر کیا ہے ؟ اور کیا دنیا کے کسی بھی عالم نے مسجد کو تنگی کی بنا پر مسجدیت سے خارج کیا ہے ؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مسجد نبوی شریف تنگ تھی امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکی توسیع کی، تو رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رحم اللہ عثمان زاد فی مسجدنا حتی وسعنا۔ اللہ عزوجل عثمان پر رحم فرمائے کہ انھوں نے ہماری مسجد میں اضافہ کرکے ہمارے لئے وسعت پیدا کردی۔

اگر مسجد تنگ ہونے کے باوجود مسجد ہے تو پھر اس کو مسجدیت سے باطل کرنا کیونکر جائز ہوگا ؟ کیا مسجد کو باطل کرنے والا، اللہ تعالیٰ کی اس وعید سے نجات پا سکتا ہے ؟ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجد میں نامِ خدا لئے جانے سے روکے۔ اور اس کی ویرانی میں کوشش کرے[1]

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت کے یہ چند شواہد میں نے بطور مشتے نمونہ از خروارے۔ ذکر کر دیئے ہیں۔ اگر ان کے اس رسالہ سے اس قسم کے افادات یکجا کئے جائیں اور تبصرہ کیا جائے تو ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے پھر بھی یہ چند اقتباسات موصوف کی علمی و فقہی بصیرت کو اُجاگر کرنے کیلئے اور رسالہ

[1] ایضا مترجما ملخصا۔

کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔

حاشیہ طحاوی شریف

فن حدیث میں امام ابو جعفر طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا رتبہ۔ اور ان کی علمی جلالت محتاج تعارف نہیں۔ احادیث کی روشنی میں فقہی مکاتب فکر کے اختلافی مسائل کے ذکر پھر مسلکِ حنفیہ کی تائید و اثبات اور بعض دیگر اہم خوبیوں کے باعث شرح معانی الآثار، المعروف بطحاوی شریف اپنی مثال آپ ہے۔ امام طحاوی حنفی مسلک کے بیرسٹر مانے جاتے ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے احناف پر اتباع حدیث کے بجائے اتباع قیاس کا الزام لگانے والوں کا بھرپور جواب دیا ہے۔ مگر افسوس کہ اس کتاب کے ساتھ جو اعتنار ہونا چاہئے تھا، وہ نہ ہو سکا۔

ماضی قریب کے عبقری فقیہ و محدث علامہ امجد علی علیہ الرحمہ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور اوائل محرم ۱۳۶۲ھ میں تحشیہ کا کام شروع کیا اور شعبان ۱۳۶۲ھ تک نصف اول کا عربی حاشیہ فل اسکیپ سائز کے ساڑھے چار سو صفحات تک پہونچ گیا۔ اس کام کیلئے کون سا وقت مقرر ہوتا ؟ اس سلسلہ میں صدر الشریعہ کے تلمیذ رشید علامہ مبین الدین امروہی علیہ الرحمہ کی زبانی سنئے وہ رقم فرماتے ہیں :

تحشیہ کا کام محرم سے شروع ہو کر شعبان تک چند مہینہ ہوا۔ اس کام کیلئے عشاء کے بعد ۲۔۳ گھنٹے مقرر تھے۔ اور جمعہ کو صبح سے گیارہ یا درمیان سال کی

تعطیلات میں یہ کام انجام پاتا، اس مختصر مدت میں باریک قلم سے کچھ کم پانچ سو صفحات لکھے گئے" ۱؎

حاشیہ کی خوبیاں

(۱) ہر باب کے عنوان کی وضاحت (۲) طحاوی شریف میں مذکور احادیث کے رُواۃ کے حالات کا بیان (۳) امام طحاوی کی بیان کردہ احادیث کی تقویت و تائید کے لئے دوسرے محدثین کی تخریج کا بیان (۴) کسی مضمون کی حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہونے کی صورت میں کتاب کے حوالے کے ساتھ سلسلۂ سند کا تفصیلی بیان (۵) الفاظِ حدیث کی توضیح و تشریح (۶) حدیث سے مستنبط احکام و نکات و اشارات کا ذکر۔ (۷) صحابہ یا تابعین یا ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلافِ مسائل کی صورت میں امام طحاوی کے اشارے کی تصریح (۸) احادیث متعارضہ کا تعارض دفع کرنے کی صورتوں کی تعیین (۹) روایت کے ساتھ ساتھ درایت اور قیاس شرعی سے مسئلہ دائرہ کی تحقیق (۱۰) امثال و نظائر سے مسئلہ کی توضیح (۱۱) مخالفین کے اعتراض و استدلال کا ذکر پھر دلائل کی روشنی میں اعتراض کا دفعیہ اور استدلال کی تردید (۱۲) توضیح و تنقیح اور بحث میں طویل گفتگو سے گریز (۱۳) حدیث سے مسلک احناف کی تائید اور اپنی ذاتی تحقیق کا بیان (۱۴) راویان حدیث کی عدالت اور عدل

۱؎ ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر ص ۲۰۵ علامہ مبین الدین امروہی۔

وضبط سے متعلق ناقدین حدیث کے اقوال کا ذکر ان کے علاوہ اختصار و جامعیت آپکی تحریر کا طرۂ امتیاز ہے وہ خود فرمایا کرتے تھے:

"آدمی سو نہ کہے ایک کہے ڈھنگ کی کہے" ۱؎

یہ کتاب علم حدیث میں ایک بڑا علمی شاہکار ہے، کاش یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہونچ جاتی تو فن حدیث میں اہل علم کو بہت بڑا علمی خزانہ مل جاتا۔ یہ کتاب صدر الشریعہ کی حدیث دانی پر شاہد عدل ہے۔

آپ کی حدیث دانی کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ ۱۳۴۲ھ کی بات ہے، بہار کے ایک ذی استعداد عالم جو دیوبند میں انور شاہ کشمیری سے حدیث کی متعدد کتابیں پڑھ چکے تھے، دورۂ حدیث کے بعد منظر اسلام بریلی شریف آکر حضرت صدر الشریعہ سے حدیث کی کتابیں پڑھنے لگے۔ ایک بار ان کے ساتھیوں نے ان سے پوچھا، کہ آپ کو انور شاہ کشمیری اور منظر اسلام کے شیخ الحدیث میں کیا فرق نظر آیا؟ تو انھوں نے جواب میں کہا:

"یہ (حضرت صدر الشریعہ) شروح و حواشی کا بالکل مطالعہ نہیں فرماتے اس کے باوجود ہم نے انکو تفہیم مطالب اور ازالۂ شکوک و شبہات میں انور شاہ سے کسی حیثیت سے کم نہیں پایا" ۲؎

فن حدیث کے تعلق سے حضرت صدر الشریعہ کے افادات کا اگر گہری نظر اور

۱؎ ایضاً ص ۲۰۴ ۲؎ شیخ العلماء غلام جیلانی اعظمی۔ ماہنامہ فیض الرسول مارچ ۱۹۶۶ء۔

عمیق فکر سے مطالعہ کیا جائے تو فن حدیث میں آپکی ممارست کے بیشمار شواہد فراہم ہوں گے۔ ان تمام امور سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت صدرالشریعہ کو فن حدیث پر کس قدر عبور اور اسمار الرجال میں کسقدر مہارت تھی۔

اسلامی قاعدہ

جاندار کی تصویر کی حرمت متفق علیہ ہے حدیث پاک میں تصویر بنانے والوں پر سخت وعید یں وارد ہیں۔ بچوں کی ابتدائی تعلیم کیلئے صدرالشریعہ کے عہد میں جو قاعدہ رائج تھا اس میں جاندار کی تصویریں بنی ہوئی تھیں بچپنے کا ذہن سادہ اور بے نقش ہوتا ہے اسلئے اس میں جس طرح کی باتیں ڈالی جائیں گی اسی طرح کا اثر مرتب ہوگا ظاہر ہے کہ جب بچہ بچپنے ہی سے جاندار کی تصویروں کو دیکھنے کا عادی ہوگا اور اس پر ذمہ داروں کی نکیر نہ کرنے کا حال معلوم کرلے گا تو جاندار کی تصویروں سے دلچسپی رفتہ رفتہ بڑھتی جائے گی ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں یہ تصویریں تعلیم وتعلم کا ذریعہ تو ہوسکتی ہیں لیکن تربیت کا ذریعہ نہیں بن سکتیں۔ حضرت صدرالشریعہ نے بچوں کے اس رگ پر ہاتھ رکھا اور انکی تعلیم وتربیت کے پہلے مرحلے کی نزاکت کو محسوس کیا چنانچہ شرعی طور پر صدرالشریعہ نے بچوں کیلئے آسان اور سہل انداز میں غیر جاندار تصاویر کے ساتھ اسلامی قاعدہ کے نام سے ابتدائی کتاب مرتب فرمائی تاکہ تصویروں کی بنیاد پر بچوں کو سمجھانے میں آسانی بھی رہے اور غیر شرعی امور سے

اجتناب بھی رہے، اسلامی قاعدہ میں حروف کی مناسبت سے غیر جاندار تصویروں کا انتخاب پھر الفاظ و حروف کے ترتیب میں بچوں کے تدریجی ذہن کا لحاظ حضرت صدرالشریعہ ہی کا خاصہ ہے، یہ کتاب بھی آپ کی جودت طبع اور فکر ونظر کی وسعت کی آئینہ دار ہے۔

شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی فرماتے ہیں:

"ایک زمانہ میں جب باتصویر قاعدے جاری ہوئے اور ان میں جانوروں کی تصویر کی وجہ سے اسلامی مدارس ایسے قاعدوں سے استفادہ حاصل نہ کرسکے تو مسلمان دیندار بچوں کیلئے آپ نے اسلامی قاعدہ نامی قاعدہ تصنیف فرمایا تھا، جسمیں تصویریں تھیں، لیکن جاندار کی کوئی صورت نہ تھی اور ترتیب ایسی نفیس رکھی تھی کہ اس قاعدہ سے تعلیم پانیوالا بہت جلد اردو پر قادر ہوجاتا تھا، میں نے یہ قاعدہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی اردو کی دوسری کتاب پڑھی تھی، درمیان میں کوئی دوسرا قاعدہ یا کوئی اور کتاب نہ پڑھی" [1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صدرالشریعہ منتہی طلباء کے ذہن وفکر سے تو آشنا تھے ہی، بچوں اور مبتدی طلباء کے طریقۂ تعلیم وتربیت سے بھی بخوبی واقف تھے۔ اور بچوں کو اسلامی طرز پر تعلیم وتربیت دینے

[1] مضمون قلمی علامہ غلام جیلانی اعظمی مملوکہ جامعہ امجدیہ

کے متمنی تھے۔

اتمام حجت تامہ

تحریک خلافت و ترک موالات سے متعلق ستر سوالات پر مشتمل یہ کتابچہ ۱۳۳۹ھ میں صدر الشریعہ نے تحریر فرمایا۔ جس کو بشکل اشتہار جماعت رضائے مصطفےٰ نے اس وقت شائع کرایا تھا جب ۱۹۲۰ء ۱۳۳۸ھ میں مسٹر گاندھی اور ابو الکلام آزاد نے تحریک خلافت تحریک ترک موالات اور تحریک ہندو مسلم اتحاد خوب زور و شور سے چلائی تھی اور یہ تحریک اتنی زور پکڑی کہ ابو الکلام آزاد کے علاوہ شوکت علی محمد علی، مولانا عبد الباری فرنگی محلی وغیرہم بھی اس میں شامل ہو کر عام مسلمانوں کو شمولیت کی دعوت دینے لگے۔ امام احمد رضا اور بعض دیگر علماء و صاحب اثر مسلمانوں نے ان تحریکوں کو خلاف شرع سمجھ کر ان میں حصہ لینے سے انکار کر دیا ان حضرات کے خلاف تحریک چلانے والوں نے مقاطعہ اور بائیکاٹ کا اعلان کیا حتی کہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ اور ان کے موافق علماء کے خلاف مضمون شائع کیا مگر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے الطاری الداری لہفوات عبد الباری (۱۳۳۹ھ) لکھ کر مولانا عبد الباری کے ہفوات و لغویات کا قلع قمع کر دیا۔

یہ بڑا ہی پُرآشوب وقت تھا خلافت کمیٹی کے لیڈروں نے مسٹر گاندھی کو مذکر من اللہ اور نبی بالقوہ تک کہدیا۔ خلافت کمیٹی کے ارباب حل و عقد نے ابو الکلام آزاد کی صدارت میں ایک بڑا جلسہ بریلی میں رکھا، جس کا

مقصد گاندھی تحریک اور خلافت کمیٹی کے مخالفین پر اتمام حجت کرنا تھا۔
اس جلسے میں ابو الکلام و مسٹر گاندھی وغیرہ نے حضرت علامہ سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کو بھی مدعو کیا تھا علامہ موصوف پہلے اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلسہ میں شرکت کی اجازت طلب کی اعلیٰحضرت نے اجازت دیدی اور ساتھ میں علامہ امجد علی علامہ نعیم الدین، علامہ برہان الحق وغیرہم کو لیجانے کی تاکید فرمائی اس موقع پر حضرت صدر الشریعہ نے ستر سوالات بعنوان اتمام حجت تامہ مرتب فرمائے۔ اعلیٰحضرت کے تلمیذ رشید و خلیفہ مفتی برہان الحق جبلپوری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"اعلیٰحضرت کے موقف کے مطابق مولانا امجد علی صاحب کے مرتب کردہ ستر سوالات کا مجموعہ مسمی بہ اتمام حجت تامہ طویل اشتہار کی شکل میں چھپ چکا تھا اور وفد کے جانے سے پہلے اجلاس عام کے منتظمین کو بھیجا جا چکا تھا تاکہ وہ ان سوالات کا جواب تیار رکھیں۔"[1]

ہر ہر سوال اپنی جگہ پر اتنا اہم تھا کہ مسٹر ابو الکلام اور اس کے حواری موالی سے کسی سوال کا جواب نہ بن سکا، نمونے کے طور پر اس ذیل میں ایک سوال کا خلاصہ نقل کیا جا رہا ہے۔

---

[1] اکرام امام احمد رضا ص ۱۰۶ مطبوعہ لاہور

مسٹر ابوالکلام آزاد سے سوال کیا گیا تھا کہ اگر آپ لوگوں کو کامیابی مل گئی تو تنہا اپنی حکومت بنائیں گے؟ یا ہندوؤں کو لیکر بنائیں گے آپ کے ہندو بھائی تنہا آپ کی حکومت گوارا نہیں کرسکتے لامحالہ ہندو مسلم مخلوط حکومت ہوگی اور ووٹ کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا، اکثریت ہندوؤں کی ہے وہ جو چاہیں گے کریں گے احکام کا نفاذ کریں گے یا پھر آپ ہندوستان کا بٹوارہ کرائیں گے اکثر حصہ انکو ملے گا جو تھوڑا حصہ آپکو ملے گا اس کے بارے میں تو وقت ہی بتائے گا جو اکثر! ہندؤں کا ہوگا وہاں احکام کفر آپکی مرضی سے لاگو کئے جائیں گے پھر وہاں مسلمانوں کا کیا حال ہوگا اور ان کا ذمہ دار کون ہوگا۔؟

اس قسم کے مسٹر ابوالکلام آزاد سے بیشتر سوالات کئے گئے تھے یہ سوالات احوال وواقعات کی روشنی میں نہایت اہم تھے، ان کا اندازہ مسٹر ابوالکلام کے اس قول سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔

"بعض باتیں حقیقت ہیں، جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اب ہمیں آزادی کا جو مسئلہ حل کرنا ہے اسکے آگے اب تمام باتیں فی الحال زیادہ توجہ کے قابل نہیں ہیں، مگر احتیاط بہرحال ضروری ہے"[1]

صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی نے امام احمد رضا قدس سرہٗ کے

[1] اکرام امام احمد رضا ص ۱۱ تفصیل کیلئے "روداد مناظرہ" اور "ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست" مطبوعہ لاہور ملاحظہ ہو۔

نام ایک مکتوب میں حضرت صدرالشریعہ کے مرتب کردہ سوال نامے کی اہمیت کا ذکر اس انداز میں فرمایا ہے:

"سیدی دامت برکاتہم! سلام نیاز کے بعد گذارش حضور سے رخصت ہوکر مکان پہنچا۔ یہاں آکر میں نے اتمام حجت تامہ کا مطالعہ کیا۔ فی الواقع یہ سوالات فیصلہ ناطقہ ہیں۔ اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہ جواب باقی نہیں چھوڑی ہے۔

ابوالکلام آزاد نے روانگی کے وقت بریلی کے اسٹیشن پر کہا ۔۔۔۔ ان کے جسقدر اعتراضات ہیں حقیقت میں سب درست ہیں ایسی غلطیاں کیوں کیجاتی ہیں جن کا جواب نہ ہوسکے اور انکو اسطرح گرفت کا موقع ملے" (۱)

بلاشبہ اتمام حجت تامہ آپکی سیاسی بصیرت کا آئینہ دار ہے اور اس کتابچہ سے صاف ظاہر ہے کہ آپکو دینی معلومات کے ساتھ ساتھ سیاسیات پر بھی خاصہ عبور تھا اور حق تو یہ ہے کہ اگر ان بزرگوں نے خلافت کمیٹی اور تحریک ترک موالات کے خلاف آواز نہ اٹھائی ہوتی تو آج مسلمانوں کو ہندوؤں سے جو اہم نقصانات پہونچتے اسکا تدارک نا ممکن تھا ابھی تو مسلمان مذہبی مقامات کی مسماری کے خلاف مظاہرے کرتے اور آواز بلند کرتے ہیں لیکن اگر گاندھی وغیرہ کی تحریک کامیاب ہوجاتی تو مسلمان ہندوؤں کی چاپلوسی اور ان سے وداد واتحاد کی خاطر اپنی زبانوں پر تالے لگالیتے تو نہ وہ مظاہرے کرسکتے نہ ان کے خلاف آواز اٹھاسکتے۔

[1] وقائع الحیر مکتوب صدرالافاضل ص ۵۴ - ۵۵

ترجمۂ کنز الایمان اور صدر الشریعہ

مفہوم قرآنی کی صحیح تعبیر و تفہیم، فصاحت و بلاغت نیز اصول و قواعد کی رعایت کے ساتھ ساتھ عظمتِ الوہیت و رسالت کا پاس و لحاظ ترجمہ کنز الایمان کی وہ زندہ خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے دوسرے تراجم پر اس کی فوقیت و برتری عیاں ہے۔ یہ ترجمۂ قرآن کریم امت پر اعلیٰحضرت قدس سرہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ لیکن اس ترجمہ کے اصل محرک حضرت صدر الشریعہ ہیں آپ ہی نے امام احمد رضا قدس سرہ سے ترجمۂ قرآن کی نہ صرف گزارش کی بلکہ اصرار بھی کیا۔ اعلیٰحضرت نے وعدہ فرمالیا مگر کثرتِ مشاغل کے باعث مستقل وقت نکالنا دشوار تھا۔ امام احمد رضا نے رات کو سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کا وقت متعین فرمایا حضرت صدر الشریعہ مقررہ وقت پر اپنا قلم اور دوات لیکر اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اعلیٰحضرت ترجمہ املا کراتے پھر جب وقت کی قلت کے باعث اس کام میں دیر لگنے لگی تو اعلیٰحضرت ایک ایک رکوع کا ترجمہ کراتے اور صدر الشریعہ ترجمہ کے بعد تفسیروں سے مقابلہ کر لیتے

علامہ غلام جیلانی اعظمی لکھتے ہیں:

"اس کام میں قدرتاً بہت دیر لگتی اس کے بعد اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ میں ایک رکوع کا پورا ترجمہ کرتا ہوں اس کے بعد اسکی تمام تفسیروں سے مطابقت آپ لوگ تلاش کریں، ترجمہ اور تفسیروں میں مطالعہ کا کام بہت زیادہ رہا کرتا تھا، اس لئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کسی دن بھی رات کے بارہ بجے سے قبل مکان پر واپس نہ آتے، کسی کسی دن رات کے دو بجے تک بھی دیر ہوجایا کرتی" [1]

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ترجمہ کے کل صفحات تین سو پچیس ۳۲۵ ہیں یہ ترجمہ ۱۳۳۰ھ اور ۱۳۳۱ھ کے درمیان کسی مہینے میں پایۂ تکمیل کو پہونچا۔

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخہ کی فوٹو کاپی دار العلوم قادریہ چریاکوٹ میں ہے۔

"ترجمۂ قرآن" کے تفصیلی احوال کے انکشاف سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کو علوم قرآن سے کتنا لگاؤ تھا۔ تفاسیر پر آپکی گہری نظر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمہ کو تفاسیر سے مقابلہ کرکے ترجمہ پر قطعی اعتماد کا کام آپ ہی کیا کرتے تھے۔ علم تفسیر میں صدر الشریعہ کی

---

[1] ماہنامہ فیض الرسول مارچ ۱۹۶۶ء

مہارت کا اندازہ رئیس المتکلمین علامہ سید سلیمان اشرف قدس سرہٗ کے اس ارشاد سے لگا سکتے ہیں :

" علوم قرآن سے آپ کا شغف وانہماک اتنا تھا کہ کتب تفاسیر ہر وقت پیش نظر رہتیں۔ اوقات درس میں اپنے تلامذہ کے دلوں میں روح قرآن سے ایک حیات تازہ پیدا کر دیتے اس فن کا مطالعہ انتہائی عمیق تھا۔ آپ کے ذوق وشوق اور تعلق خاطر کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ کا عدیم النظیر ترجمۂ قرآن حکیم " کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن " ۱۳۳۰ھ آپ ہی کی تحریک واصرار اور مساعی جمیلہ سے شروع ہو کر پایۂ تکمیل کو پہونچا "۔ [1]

ترجمۂ کنز الایمان، صدر الشریعہ کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ اس لئے بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر صدر الشریعہ نہ ہوتے تو شاید "کنز الایمان" ہمیں نہ ملا ہوتا۔ موصوف کا یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جسے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

مناظرہ

اظہار حق کے لئے فن مناظرہ ایک اہم اور بنیادی فن ہے۔ اس فن میں بھی حضرت صدر الشریعہ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

[1] مضمون قلمی سید سلیمان اشرف مملوکہ جامعہ امجدیہ

جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی درسگاہ علم وفن کے فیض یافتہ افراد میں ایسے ایسے باکمال مناظر پیدا ہوئے جن کا نام سن کر ہی ایوانِ باطل لرز جاتا تھا۔

مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن اڑیسوی ہوں یا شیر بیشۂ اہلسنت حشمت علی۔ محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد ہوں یا مفتی رفاقت حسین علیہم الرحمہ سب کے سب آپ ہی کے تربیت یافتہ ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ کی مناظرانہ مہارت پر مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کو نہ صرف اعتماد بلکہ ناز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کہیں سے اعلیٰ حضرت کے پاس مناظرے کی دعوت آتی تو آپ حضرت صدر الشریعہ ہی کو عموماً اپنا جانشین مقرر فرما کر بھیجتے، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

رنگون سے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے پاس خط آیا۔ جس میں مولوی اشرف علی تھانوی کی زہریلی تقریروں کا ذکر تھا۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے تھانوی جی کے مقابلے کے لئے آپ کو رنگون روانہ فرمایا۔ جب حضرت صدر الشریعہ کلکتہ پہونچے تو آپ نے رنگون کے سنی مسلمانوں کو تار دیا کہ میں فلاں وقت جہاز سے رنگون آرہا ہوں، سنی مسلمانوں نے جوش مسرت میں حضرت صدر الشریعہ کی آمد کا اعلان کر دیا تھانوی صاحب کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو فوراً ہی رنگون سے کلکتہ بھاگ آئے۔ حضرت صدر الشریعہ رنگون پہونچے مگر تھانوی جی کے فرار کی خبر سن کر آپ بھی کلکتہ تشریف لائے تاکہ کلکتہ میں ان سے مناظرہ

کیا جائے مگر تھانوی جی وہاں سے بھی فرار ہو گئے [1]

سچ فرمایا امام احمد رضا نے ؎

میرا امجد مجد کا پکا — اس سے بہت کچھیاتے یہ ہیں

(۲) اسی طرح نجیب آباد میں جب مولوی اشرف علی تھانوی پہونچے اور وہاں کی فضا مسموم ہوگئی۔ تو جناب احمد حسن صاحب رضوی نے امام اہلسنت قدس سرہٗ کو بذریعہ تار یہ اطلاع دی۔ کہ ہم نے مولوی اشرف علی تھانوی کو مناظرے کی دعوت دیدی ہے۔ کسی مناظر کو جلد از جلد بھیج دیا جائے۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے حضرت صدر الشریعہ اور حجۃ الاسلام قدست اسرارہما کو نجیب آباد بھیجا۔ یہ دونوں حضرات نجیب آباد پہونچے۔ اور مولوی اشرف علی تھانوی کو مناظرے کیلئے تحریر بھیجی۔ اس نے جواب دینے کا وعدہ کیا مگر اپنی پرانی روش کے مطابق رات کی تاریکیوں میں وہاں سے فرار ہو گئے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے فتح کا جلسہ منعقد کیا اور وہابیوں، دیوبندیوں کی تردید میں بھرپور تقریر فرمائی۔ [2]

(۳) جب بھاگلپور میں مولوی عبد الشکور کاکوروی ایڈیٹر "النجم" نے وہابی دیوبندی افکار وعقائد کی ترویج کے لئے تقریر کی۔ اور علمائے اہلسنت

[1] مقدمہ فتاویٰ امجدیہ سوم، مفتی شریف الحق امجدی

[2] اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر، مولانا محمد حسن ملتانوی ص ۱۱۷

کو مناظرے کے لئے چیلنج دیا وہاں کے لوگوں نے مولانا سید احمد اشرف علیہ الرحمہ کو اطلاع بھیجی۔ انھوں نے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کو اطلاع دی۔ اعلیٰحضرت نے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ہی کو مناظرے کیلئے بھاگلپور بھیجا۔ صدر الافاضل علیہ الرحمہ بھی تشریف لا چکے تھے، ان دونوں حضرات کی آمد کی خبر سنکر کاکوروی صاحب تلملا گئے۔ اور انکی ساری گیدڑ بھبکیاں ختم ہو گئیں۔ کاکوروی صاحب نے مولوی محمد علی مونگیری کا نام بحیثیت مناظر پیش کیا۔ جس میں ٹرارا زیہ تھا کہ مولوی محمد علی کو عربی زبان میں مہارت تھی۔ دیوبندی مناظر نے کہا مناظرہ عربی میں ہوگا۔ سنی مناظر نے کہا مناظرہ تو عربی میں ہوگا لیکن غیر منقوط عربی میں۔ اور عربی نظم میں مناظرہ ہوگا نثر میں نہیں۔ یہ سن کر دیوبندی مناظر کی حالت غیر ہوگئی۔ اور مناظرہ کیلئے تیار نہیں ہوا۔ پھر سنی مکتب فکر کے علماء نے وہاں فتح کے جلسے کئے۔ [1]

(۴) آنولہ ضلع بریلی میں صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے چکڑالویوں سے مناظرہ کیا اس مناظرے میں چکڑالویوں کو زبردست شکست ہوئی [2]

صدر الشریعہ کے مناظرے کی خصوصیات

(۱) حاضر جوابی۔ (۲) مخالف پر علمی گرفت (۳) تحقیقی جواب کے ساتھ ساتھ الزامی جواب دینا (۴) اصول مناظرہ کی

[1] حوالہ مذکورہ ایضاً [2] محدث اعظم پاکستان جلد ا ص ۲۵۲

پابندی (۵) اپنے دعویٰ پر مضبوط اور ٹھوس دلائل پیش کرنا (۶) مجادلہ اور مکابرہ سے گریز وغیرہ آپ کے مناظرے کی خصوصیات ہیں۔ عموماً آپ کے مناظرہ گاہ میں حاضر ہو جانے کے بعد مخالفین راہ فرار اختیار کر لیتے۔ آپ نے تحریری طور پر بھی پوسٹر وغیرہ کے ذریعہ مناظرہ کیا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے دیوبندیوں کے ہذیانات کا تحریری جواب بھی آپ دیا کرتے تھے آپ کی گرفت سے عاجز آکر دیوبندی کبھی کبھی گالی گلوج پر اُتر آتے مگر آپ اپنی سطح سے نیچے نہ اترتے اور بازاری پن کو پسند نہ فرماتے۔ حضرت صدر الشریعہ نے باطل عقائد وافکار کے قلع قمع کے لئے جو کتابچے اور پوسٹر لکھے ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ تفنن طبع کے لئے نمونہ کے طور پر ذیل میں ایک چھوٹے پوسٹر کی نقل پیش کرتا ہوں۔

وہابیہ کی مکاری

مسلمانو! (۱) ۲۷ برس سے وہابیہ کی رد میں پچاس سے زائد کتب و رسائل آستانہ عالیہ اعلیٰ حضرت سے شائع ہوئے کسی کا جواب نہ دیا۔ (۲) حسام الحرمین برسوں سے شائع ہے جواب کے نام بخار چڑھے اپنی اصل کفر چھوڑ کر در بھنگی و ثناء اللہ امرتسری امکان کذب و انکار غیب کی طرف گرے (۳) ان میں بھی ان کی صدق سلوال آب زلال رد والبطال سے پیکان جاں گداز و تازہ عطیہ نے بھر دی اور اب یہ انکی جان پر علم غیب میں

تیسرا ہے۔ (۴) ان کے اس طوفان بے تمیزی پر بھی جو رسائل واشتہارات بطش غیب وظفر الدین الطیب وکین کش پنجہ پیچ وبارش سنگی والعذاب البئس وغیرہا شائع ہوئے جواب نہ دیئے۔ مگر چیخ و پکار بدستور جاری (۵) جب سے ان کی لال کتاب مسماۃ سیف النقی اس ناپاکی بیحیائی کے ساتھ ہوئی جس کا بیان رماح القہارین آپ کے پیش نظر ہے۔ اور یقین کامل ہوا کہ اب ان کورے بیحیاؤں سے بات کرنا کسی عاقل کا کام نہ رہا، ہر ذی عقل کے نزدیک حق واضح ہو لیا اور مناظرہ ختم ہو گیا، ادھر سے دست کشی ہوئی اوس دن سے در بھنگی، سنبھلی، سر بھنگی اور کس کس مذموم کی دو ورقیاں یہ جو ورقیاں، برساتی کیڑوں کی طرح پھیل پڑیں کہ مجھے کوئی نہ مارے تو میں دلی تک مار مارتا چلا جاؤں۔ خبثا ناچ رہے ہیں کہ انکی دو ورقیاں چاک نہیں کیجاتی ہیں۔ اور عقلاً جانتے ہیں کہ ۲۷ برس تک تم اور تمہارے بڑے سب لاجواب رہو، ضربین سہو ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کہو پھر جب چپ تمہاری لوٹے حرف مطلب سے دور بھاگو اہل فقیہ تم پر تقاضا کرے کہ کسی ایک ہی کتاب کا جواب دو پیٹھ دکھا جاؤ تمہارے اس حال میں بھی جو رسالے تم پر نازل ہوں ہضم کر جاؤ پھر سر بازار وہ حیا رکی اوڑھنیاں اوتار کر کتابیں گڑھ لو، مطبع تراش لو، عبارتیں ڈھال لو، اور استناد کرو جو آج تک کسی ہندو یا آریہ یا پادری کو بھی نہ بن پڑی اس پر تمہارے گلے سے پٹا کھول کر آزاد کر دیئے جاؤ تو ناچو کودو بغلیں بجاؤ۔

(۶) پھر بھی وہ محمدی شیر تمہاری ہی دعوت پر مناظرہ کیلئے مرادآباد تک محمدی پرچم کے لہراتے ہوئے نشان کے ساتھ تشریف لیجائے۔ کونے میں دبک جاؤ۔ پولیس کی آڑ لو۔ ہے ہے مناظرہ ہوگا۔ ہے ہے بلوہ ہوجائے گا ہائے ہائے مچاکر مناظرہ بند کراؤ۔ اور ناچنا باقی۔ (۷) اس پر بھی خوف کی یہ حالت کہ مغلظہ گالیوں کے پلندے تو رجسٹری کراؤ۔ کہ رجسٹریاں جانے اور واپس آنے یا جواب اپنانے کا نام ہو اور اگر ڈرتے کانپتے لرزتے، ہانپتے عوام کو دھوکے دینے کیلئے کسی کتاب کے دوحرفی بمعنی جواب کا جھوٹا نام کرو تو اسے خصم کے پاس بھیجتے اور پھر تاریخ نہ لکھو کہ جب کی چاہیں اشاعت ٹھہرائیں۔ یا لکھو تو صریح جھوٹ مدّتوں پیشتر کی بہ غرض ہر طرح بے ایمانی مکاری دغابازی پر گذر رہے۔ اکیس[۲۱] برس بعد "سبحٰن السبوح" کے چند ورقوں کے جواب کا نام لیا اور (۱) پانچ برس پیشتر کی تاریخ ڈالدی حالانکہ در بھنگی تحریریں گواہ ہیں کہ یہ ناشدنی ناہنجار طفل وکذب ابتک پیٹ میں بھی نہ تھا۔ یہ چند ہی روز کی ولادت ہے (۲) "سبحٰن السبوح" کی صرف ابتدائی چند ورقوں پر ہذیان ہے وہ بھی محض اوندھے کہ خود "سبحٰن السبوح" ہی ان کے رد کو کافی ہے۔ اور اصل قہر یعنی تنزیہ سوم جس میں اسمٰعیل دہلوی کو خاک میں ملایا اور تنزیہ چہارم جس میں گنگوہی جی کو انگاروں پر لٹا دیا اور ان میں دونوں صاحبوں کے سروں پر جو تازیانے پورے ایکسو چالیس تھی۔ انھیں چھوا تک نہیں اور جواب ہوگیا۔ (۳) وہ بیہودہ تحریریہاں

بھیجی تک نہیں خبر پاکر گنگوہ، دیوبند، مرادآباد سب جگہ سے منگائی کسی نے نہ دی۔ بیحیا ئیاں وہ اور ڈر یہ خیر اصل سخن کی طرف عود کردوں محمدی شیر تو تم پر تھوک کر فارغ البال ہوا تمہارے بھونکنے پر وہ الزامات بھی نہیں کرتا۔ جس کے سب تمہارے کوا گہار اب کاؤں کاؤں مچانے لگی مگر یاد رکھو کہ اہلسنت میں سب ایسے ہی استغنار دبلند وعالی خیال والے نہیں دو ورقیوں میں گالیاں چھاپے جاؤ اگر کسی نے ہش کردی تو انشاء اللہ تعالیٰ ساری کوا گہار گنگوہی قبر میں جاکر دم لے گی اس سے یہی بہتر کہ اب جانے دو مناظرہ ختم ہوگیا تمام جہاں کے عقلاء تمہارا ناقابلِ خطاب ہونا جان چکے پھر بھی گالی بازی سے کیا فائدہ آئندہ تم جانو،

وما علینا الا البلاغ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

فقیر ابو العلاء امجد علی قادری

غفرلہ آمین

غیر مقلدین کے رد میں بھی آپ نے پوسٹر شائع کئے ہیں۔ یہی وہ کارنامے ہیں جن کی بنا پر "تذکرہ علماء اعظم گڈھ" کے مؤلف لکھتے ہیں۔

"مولانا امجد علی نے اپنی علمی صلاحیتوں سے کام لیکر مسلکِ رضاخانی کو بڑی تقویت پہونچائی" [۱]

[۱] تذکرہ علماء اعظم گڈھ ص۲۶۴ مولوی حبیب الرحمٰن قاسمی۔

وعظ و تقریر

وعظ و تقریر اسلامی تعلیمات کو پھیلانے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ خصوصًا علوم اسلامیہ سے بیگانہ افراد کو اسلامی افکار و عقائد اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے روشناس کرانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے ۔ حضرت صدر الشریعہ کا اصل مشغلہ اگرچہ تدریس و افتار تھا لیکن کبھی کبھی بوقت ضرورت وعظ فرمایا کرتے تھے۔ لفاظی اور غیر ضروری باتیں ہرگز نہیں کرتے ۔ بلکہ سلیس اور عام فہم انداز میں بھرپور عالمانہ تقریر فرماتے جو دلائل اور مواد سے پُر ہوتی اور بڑی مؤثر تقریر ہوتی محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری جانشین صدر الشریعہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور حافظ ملت کو بارہا یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت صدر الشریعہ کی تقریر تاثیر میں انفرادیت کی حامل ہوتی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اخلاص وللہیت کے ساتھ وعظ فرمایا کرتے تھے ، اور کیوں نہ ہو کہ

؏ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

حضرت صدر الافاضل فرمایا کرتے تھے کہ صدر الشریعہ کی ایک تقریر سے میں تین تقریریں کیا کرتا ہوں اور محدث اعظم ہند فرماتے تھے کہ میں صدر الافاضل کی ایک تقریر سے تین تقریریں کرتا ہوں ۔ تقریر میں ایک اہم خوبی یہ تھی کہ ادنیٰ سے ادنیٰ شرعی گرفت سے پاک ہوتی [1]

[1] روایت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری یکم شعبان ۱۴۱۷ھ

جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے سالانہ جلسہ میں حضور محدث اعظم ہند کی فرمائش پر آپ نے دو گھنٹے تک تیر پر ایسی بصیرت افروز تقریر فرمائی کہ علمار ششدر رہ گئے۔ علامہ مفتی شریف الحق امجدی اپنے مقالہ میں فرماتے ہیں :

" حضرت صدر الشریعہ نے دو گھنٹے تقریر فرمائی ہزاروں ہزار کا مجمع ہمہ تن گوش تھا اور خود حضرت محدث اعظم ہند اس محویت سے سن رہے تھے کہ کرسی پر پہلو بھی نہ بدلا ٹکٹکی باندھے حضرت صدر الشریعہ کو دیکھتے رہے "

اسی طرح جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں حضرت صدر الافاضل اور دیگر اکابرین علمار کے اصرار پر آپ نے ایک اہم اور دقیق موضوع، امتناع النظیر" پر مسلسل تین گھنٹے تقریر فرمائی۔ تقریر سے قبل حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے آپ کا تعارف ان الفاظ میں فرمایا :

" آج حضرت صدر الشریعہ کی تقریر کا عنوان امتناع النظیر ہے مسئلہ اگرچہ بہت دقیق ہے مگر بیان کرنے والا وہ عبقری مدرس ہے جو جعل بسیط و مرکب ، وجود رابطی ، مشتعاۃ الفکریہ جیسے اہم و دقیق منطقی و فلسفی مسائل کو پانی کر دیتا ہے فلسفہ اور علم کلام کے الٰہیات کے مسائل کو بدیہی کر کے سمجھا دیتا ہے "

حضور محدث اعظم ہند نے اسی موقع پر فرمایا :

"آج استاذالاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور اپنے وقت کے
امیرالمومنین فی الحدیث سورتی کے مجمع البحرین کے بحر ناپیدا کنار کے
انمول موتیوں سے دامن بھرا جائیگا"[1]

آپ نے قرآن وحدیث عقلی ونقلی دلائل سے ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی نظیر محال بالذات ہے۔ تحت قدرت نہیں پھر آپ نے امکان نظیر کے قائلین کا ایسا شاندار رد کیا کہ علماء عش عش کر اٹھے۔

سیاسی حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے اکابر علماء اہلسنت نے ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی تشکیل فرمائی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کا جو صوبائی اجلاس ۱۳۶۴ھ ۱۹۴۵ء کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں منعقد ہوا تھا۔ اس میں علماء شریک ہوئے ان میں صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بھی تھے۔ اسی طرح آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس منعقدہ ۲۸ ـ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ ۳۰ ـ ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء کے اجلاس میں جن اکابر علماء نے شرکت فرمائی۔ ان میں حضرت صدرالشریعہ بھی تھے۔[2]

یہ بات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ جب مجمع میں موجود ہوتے تو معدودہ چند حضرات ہی تقریر کرتے تھے۔ ہر ایک

[1] اشرفیہ صدرالشریعہ نمبر مفتی شریف الحق ص۵۰

[2] محدث اعظم پاکستان ص ۲۳ - ۲۴ جلد دوم

کی مجال نہ تھی کہ مجدد موصوف کے سامنے تقریر کرلے۔ لیکن ایسے موقع پر زیادہ تر حضرت صدرالشریعہ تقریر کرتے تھے۔ اور گھنٹوں تقریر کرتے اعلیٰ حضرت کو آپ کی تقریر پر بھی بڑا اعتماد تھا۔ چنانچہ جب کہیں سے تقریر کی دعوت آتی تو اعلیٰ حضرت، صدرالشریعہ ہی کو اپنی جگہ بھیجتے۔

قیام اجمیر شریف کے زمانہ میں پالی راجستھان والے ہر سال صدرالشریعہ کو تقریر کیلئے مدعو کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حضرت صدرالشریعہ کی تقریر میں جو لذت ملتی ہے وہ کسی کی تقریر میں نہیں۔ خود اجمیر شریف میں آپ کی تقریر بے پناہ مقبول تھی۔ عوام و خواص دل کی گہرائیوں سے ہمہ تن گوش ہو کر سنتے۔ آپ کے تلمیذ رشید حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی فرماتے ہیں:

" ایک روز حضرت دیوان سید آل رسول صاحب سجادہ نشین آستانۂ عالیہ بارگاہ معلیٰ کے مکان پر آپ کی تقریر تھی۔ آدھا مجمع دکان کے اندر اور آدھا مکان کے باہر تھا، دوران تقریر بارش ہونے لگی۔ سارا مجمع ہمہ تن گوش تھا سامعین بارش میں بھیگتے رہے اور آخر تک برابر سنتے رہے"[1]

۱۹۴۴ء کو دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے بیسویں سالانہ جلسۂ دستار فضیلت میں شرکت فرمائی، جس میں آپ کے علاوہ صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین

[1] صدرالشریعہ نمبر ص ۱۲۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ۔

مرادآبادی ، محدث اعظم ہند ، علامہ سید احمد کاظمی ، پیر سید جماعت علی شاہ ، مفتی احمد یار خاں ، محدث اعظم پاکستان جیسے اکابر علما بھی شریکِ اجلاس تھے ۔ ؎۱

۳ ، ۵ ر ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ ۲۰ ، ۲۲ ر نومبر ۱۹۴۴ء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کے سینتیسویں ۳۷ سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے شرکت فرمائی ، انکے علاوہ بہت سے اکابر علما بھی شریکِ اجلاس تھے ۔ ؎۲

بریلی شریف میں قیام کے دوران صدر الشریعہ علیہ الرحمہ شہر و بیرونجات کے اکثر تبلیغی جلسوں میں شرکت فرماتے تھے ؎۳

مدرسہ اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر جامع مسجد راجہ شاہ مبارک پور میں تقریر فرمائی ؎۴

اس کے علاوہ آپ کے متعدد خطوط میں اہم جلسوں میں شرکت کا تذکرہ ملتا ہے ۔ خطابت آپ کا مشغلہ نہ ہونے کے باوجود انداز خطابت پر کشش اور پیرایۂ بیان دل نواز ہوتا ۔ آپ کی تقریر خالص علمی مضامین پر مشتمل ہوا کرتی تھی ۔ مگر اسلوب بیان میں ایسی شگفتگی ہوتی کہ سامعین ایک

؎۱ محدث اعظم پاکستان جلد ص ۵۲۶ بحوالہ مطبوعہ اشتہار ؎۲ ایضاً ص ۵۲۷
؎۳ صدر الشریعہ نمبر علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی ؎۴ علامہ مفتی شریف الحق امجدی

نیا حوصلہ ، ایک نئی بالیدگی اور اسلام کے تئیں ایک نئی تڑپ لیکر اٹھتے ، سچ ہے

؎ تیرے میکدہ میں کمی ہے کیا جو کمی ہے ذوق طلب میں ہے

تبلیغ

تدریس ہو یا خطابت ، افتا ہو یا تصنیف و تالیف کا کام یہ سب تبلیغ دین ہی کے زمرے میں آتے ہیں ۔ مگر صدر الشریعہ نے خاص طور پر معروف معنی میں بھی تبلیغ فرمائی ہے ، چنانچہ اجمیر شریف کے قرب و جوار میں راجپوت قوم کے اندر پھیلی مشرکانہ عادتیں آپ کی اور آپ کے طلبہ کی وجہ سے ختم ہوئیں ۔ راج پرتھوی راج کی اولاد اگرچہ مسلمان ہو چکی تھی ۔ لیکن وہ فرائض و واجبات سے بالکل ناواقف تھے ۔ اوران میں مشرکانہ رسمیں پائی جاتی تھیں ، مگر آپ کے اور آپ کے تلامذہ کے وقتاً فوقتاً تبلیغی جلسوں کا اچھا اثر پڑا ، اوران میں مشرکانہ رسوم سے توبہ کرنے اور ایمان کے راستے پر چلنے کا جذبہ پیدا ہونے لگا ۔ اس کے علاوہ ارد گرد کے بڑے شہروں اور قصبوں میں بھی خود آپ اور آپ کے تلامذہ تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتے ۔ مذہب اہلسنت کی اشاعت اور وہابیوں ، مرزائیوں ، قادیانیو کارد کیا کرتے تھے ۔

بصر آباد ، بیاور ، لاڈنوں ، جے پور ، جودھپور ، پالی مارواڑ ، چتوڑ وغیرہ کے علاقوں میں تبلیغ ہوا کرتی تھی ؎۱

؎۱ مضمون علامہ غلام جیلانی گھوسوی مملوکہ جامعہ امجدیہ

کسی کو بھی خلاف شرع حرکت کرتے ہوئے دیکھتے تو فوراً اصلاح فرماتے
جانشین صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا
صدیق اللہ خیرآبادی گھوسی تشریف لائے حضرت صدر الشریعہ نے امامت
کیلئے انھیں آگے بڑھایا، مگر قرأت میں ان سے غلطی واقع ہوگئی، تو صدر الشریعہ
نے غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے دوبارہ نماز پڑھوائی۔ انھیں کا بیان ہے
کہ بریلی شریف کے نواح میں ایک بار میلاد تھا، جس میں صوفی عزیز احمد نے
تقریر کی اور کہا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ہر میلاد کی محفل میں تشریف
لاتے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا۔ کہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میلاد
کی محفلوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ مگر آپ کی تشریف لانا یہ آپ کے کرم پر ہے۔
جہاں کرم فرماتے ہیں تشریف لیجاتے ہیں۔ اصلاح میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ
چونکہ آپ کی اصلاح، اخلاص پر مبنی ہوتی تھی، اسلئے کوئی شخص آپکی اصلاح
سے ناگواری محسوس نہیں کرتا تھا۔

اشاعت کتب

قرطاس وقلم کی اہمیت مسلم ہے، کتب احادیث ہوں
یا فقہ، تاریخ وسیر کی کتابیں آج ہمارے پاس ان کا
جو بھی سرمایہ موجود ہے وہ قرطاس وقلم اور نشر واشاعت ہی کی رہین منت ہیں
اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ پر واضح ہے کہ آج وہی قوم زندہ ہے جس کا لٹریچر
عام ہے، عقائد وافکار کا فروغ بھی لٹریچر پر مبنی ہے۔ جس قوم نے تحریر
وکتابت سے غفلت برتی وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئی، تاریخ میں ان کی زندہ

مثالیں موجود ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ نے تعلیم وتدریس، افتاء وتبلیغ اور دیگر اہم مصروفیتوں
کے باوجود تحریر وکتابت کے ساتھ ساتھ اشاعت کتب کی طرف بھی خاصی توجہ
مبذول فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے اہتمام میں بہت سے ایسے دینی وعلمی رسائل
شائع کئے ہیں جو قوم وملت کیلئے عظیم سرمایہ ہیں خصوصاً مجدد اعظم امام احمد رضا
علیہ الرحمہ کے کتب ورسائل کی اشاعت کا آپ کے اندر غیر معمولی جذبہ ولولہ تھا، خود ہی
مسودات کا مبیضہ کرکے کتابت شدہ کاپیوں کی تصحیح کرتے، پریس کی نگرانی کرتے
حتیٰ کہ کتابوں کے پارسلوں کی ترسیل کا کام بھی خود ہی انجام دیتے۔ اس محنت شاقہ
کو دیکھ کر مولانا محمد رضا علیہ الرحمہ فرمایا کرتے۔ فقیر راقم الحروف کی نظر سے "مولانا امجد علی
کام کی مشین ہیں لیکن ایسی مشین ______

تیئیس ۲۳ ایسے کتب ورسائل گزرے ہیں جن کو حضرت صدر الشریعہ نے اپنے
اہتمام میں شائع کیا ہے، جن میں فتاویٰ رضویہ جلد اول اور جامع الفتاویٰ
(مصنفہ مفتی ریاست علی خاں شاہ جہاں پوری) جیسی ضخیم اور اہم کتابیں
شامل ہیں۔ کتابوں کے سرورق پر یہ جملہ درج ہے " مولانا مولوی حکیم
امجد علی صاحب اعظمی قادری رضوی نے اپنے اہتمام سے مطبع اہلسنت
وجماعت بریلی میں چھاپا"

جانشین صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کا بیان ہے کہ حضرت
صدر الشریعہ نے ایک بار فرمایا کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کے رسائل کو شائع کرنے

میں میری تنخواہ کا کافی حصہ صرف ہوجاتا ۔ یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ اگر صدر الشریعہ نے اپنے عہد میں امام اہل سنت اساسی کتب اور بنیادی رسائل کو شائع نہ کیا ہوتا تو مجدد گرامی کے بعض دیگر رسائل کی طرح یہ کتب و رسائل بھی تشنہ اشاعت رہ جاتے یا پھر دیمک کی نظر ہو چکے ہوتے ۔ فجزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء ۔

طيبة العلماء

جامعة امجديه رضويه وكلية البنات الامجديه

آستانۂ حضور صدر الشریعہ قدس سرہٗ العزیز سے ملحق جامعہ امجدیہ رضویہ کی شاندار عمارت زیر تعمیر ہے ساتھ ہی عربی میڈیم سے سلسلۂ تعلیم بھی جاری ہے ۔

کلیۃ البنات الامجدیہ مستقل الگ عمارت میں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کیلئے مخصوص ہے اس شعبہ سے فارغ التحصیل عالمات کے کئی قافلے تیار ہو چکے ہیں ۔ اہل خیر حضرات جامعہ و کلیہ کے ہاسٹل کیلئے بھرپور تعاون فرما کر سعادت دارین حاصل کریں ۔

(علامہ) ضیاء المصطفیٰ قادری

علم طب کی تحصیل اور طبابت

حدیث میں فرمایا گیا ۔

العلم علمان، علمُ الادیان وعلم الابدان ۔ علم دو ہیں، ایک دین کا علم دوسرے بدن کا علم ، یہ فضل خداوندی ہے کہ حضرت صدر الشریعہ علم شریعت کے ساتھ علم بدن (طب) کے بھی وارث و امین تھے،

جب مدرسہ اہل سنت پٹنہ سے مستعفی ہوئے، تو آپ نے "علم طب" کی تحصیل کی طرف توجہ فرمائی ، چنانچہ شوال ۱۳۲۶ھ میں آپ لکھنؤ تشریف لے گئے ، جہاں آپ نے حکیم حاذق عبد الولی لکھنوی سے دو سال علم طب حاصل کیا ۔ اس کی تکمیل کے بعد گھر آکر آپ نے طبابت شروع کر دی ، مطب نہایت کامیابی کے ساتھ چلتا رہا ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کا بیان ہے کہ جب کوئی مریض ، مرض سے پریشان ہوجاتا ، اور علاج سے عاجز آجاتا تو وہ آپ کے پاس آتا ، آپ نسخہ بتا دیتے ، تو مریض شفایاب ہوجاتا ۔

طبابت خاندانی پیشہ ہونے کے باوجود صدر الشریعہ کا قلبی رجحان ادھر نہیں تھا ، پھر طبابت سے دل برداشتہ ہونے کے کئی اسباب بھی پائے گئے ، صاحبزادہ مولانا بہار المصطفیٰ قادری نے ایک سبب یہ تحریر فرمایا ہے ۔ کہ اعظم گڈھ کے قصبہ عظمت گڈھ

کے راجہ کے یہاں کسی مریضہ کو دیکھنے کیلئے راجہ نے سواری بھیج کر بلوایا، وہاں پہونچنے سے پہلے ہی مریضہ کا انتقال ہوگیا، جہاں سے آپ کو گھوسی پیدل واپس آنا پڑا، جو تقریباً پچیس کیلومیٹر کا فاصلہ تھا۔ دوسرا سبب یہ بھی ہوا کہ جب آپ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی خدمت میں محدث سورتی کا خط لیکر پہونچے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ کہ طبابت اچھا کام ہے کہ۔ العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان لیکن اس میں صبح سویرے قارورہ دیکھنا پڑتا ہے اس ارشاد میں جو روحانی تاثیر تھی صدرالشریعہ کے دل میں اس کا گہرا اثر ہوا۔ چنانچہ مطب چھوڑ کر بریلی شریف میں دینی کاموں میں مصروف ہو گئے۔

طبابت کا کام چھوڑنے کے باوجود وقتاً فوقتاً حسب ضرورت اور لوگوں کے اصرار پر نسخے بتایا کرتے تھے۔ جو ازالۂ مرض میں بہت ہی مؤثر ہوتے۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کا بیان ہے۔ کہ صدرالشریعہ عموماً مریضوں کو اپنے برادر اکبر حکیم محمد علی صاحب گھوسوی کے پاس بھیجتے۔ جو اپنے زمانہ کے بڑے حکیم مانے جاتے تھے، لیکن اگر کوئی مریض شفایاب نہ ہوتا۔ تو از خود دواء منگوا کر دیتے، بفضلہ تعالیٰ مریض شفایاب ہو جاتا۔ انھیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ قاری ساجد گھوسوی کی والدہ کے دانت میں شدید درد ہوا، جس کی وجہ سے وہ بے حد پریشان رہتی تھی۔ ان دنوں حضرت صدرالشریعہ

دادون علی گڈھ میں رہتے تھے، جب گھر آتے تو مریضہ کا حال دریافت فرماتے۔ جب بہت دواء وعلاج کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا تو ایک دن حضرت صدرالشریعہ نے فرمایا۔ کہ ایک پیسہ کا کبابہ منگوالو، اور اسے پیس کر مسوڑوں اور دانتوں میں مالش کرواؤ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ایک ہی مالش سے درد جاتا رہا۔ حضرت صدرالشریعہ نے اپنے ایک خط میں کالی کھانسی کی دواء ٹماٹر تجویز فرمائی۔ اور تاکید فرمائی کہ دن میں کئی بار پکا ہوا ٹماٹر کھلایا جائے اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں، جو حضور صدرالشریعہ کی طبی مہارت، کے بیّن ثبوت ہیں۔

دوائے مریضاں بدستِ حکیم ۔ شفائے مریضاں بدست کریم

اخلاق وسیرت

حقیقت میں عالم دین وہی ہے جو باعمل ہو۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "قصم ظھری رجلان متنک وعالم متھتک" دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی، ایک جاہل عابد نے، دوسرے عالم بے عمل نے، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ ایک باعمل عالم دین تھے، علم ظاہر اور علم باطن دونوں کے سنگم تھے۔ علم ظاہر کی ترویج واشاعت میں سرگرم رہنے کی وجہ سے لوگوں پر آپ کا باطنی وصف وکمال زیادہ ظاہر نہ ہو سکا، لیکن جن لوگوں نے آپ کو قریب سے

دیکھا، آپ کے تقویٰ و پرہیزگاری کا گرویدہ ہوگیا، عبادات ہوں یا معاملات، حقوق العباد ہوں یا حقوق اللہ، سب کو شریعت کے مطابق ادا کرتے، جن کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ نماز باجماعت پر سختی سے کاربند رہتے، مسجد قریب ہو یا دُور، مسجد ہی میں جماعت سے نماز ادا فرماتے، اگر مؤذن تاخیر سے پہونچتا۔ تو آپ خود ہی اذان دیتے، اخیر عمر میں جب بینائی کافی کمزور ہوچکی تھی۔ تو اس وقت بھی نماز باجماعت کا التزام فرماتے تھے، ضعف بصر کے باعث ایک بار گھر سے مسجد جاتے ہوئے کنویں میں گرتے گرتے بچ گئے۔ مگر پھر بھی مسجد کی حاضری نہیں چھوڑی، حتی کہ سفر میں بھی کوشش یہی فرماتے کہ مسجد میں جاکر جماعت سے نماز ادا کریں۔ نماز پڑھانے والا امام اگر غلط تلفظ کرتا۔ تو آپ کسی صحیح خواں کو دوبارہ نماز پڑھانے کا حکم دیتے یا خود نماز پڑھاتے۔ سفر ہو، حضر کبھی نماز قضا نہیں کرتے شدید بیماری کی حالت میں بھی نماز نہیں چھوڑتے۔ اجمیر شریف میں ایک بار آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ عصر کے وقت افاقہ ہوا تو یہ معلوم ہوجانے کے بعد کہ ظہر کا وقت نکل چکا ہے، رونے لگے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، حضور حافظ ملت نے فرمایا کہ "حضور غشی کی حالت میں تو شرعی مواخذہ ہوتا نہیں،،

فرمایا، ایک وقت تو بارگاہ ایزدی کی حاضری سے محروم رہا۔[1]

صبح سویرے بیدار ہوتے، نماز فجر ادا کرنے کے بعد بلاناغہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے، شجرۂ طیبہ کا ورد کرتے، اور کچھ اوراد و وظائف پڑھتے۔ خصوصیت کے ساتھ ایک حزب دلائل الخیرات شریف پڑھتے، ہر جمعہ کو بعد نماز سو بار درود رضویہ پڑھتے، نماز ظہر کے بعد بھی درود رضویہ نہ چھوڑتے، سفر میں بھی پڑھتے، نماز سے شغف کا یہ عالم تھا کہ بڑے صاحبزادے مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب کا جب انتقال ہوا، اس وقت آپ نماز تراویح ادا کر رہے تھے۔ آپ کو اطلاع دی گئی تشریف لائے، اور "اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھا، پھر یہ کہکر نماز میں مشغول ہوگئے کہ "ابھی آٹھ رکعت تراویح باقی ہیں"۔[2]

روزہ پر پابندی کا حال یہ تھا کہ اگر آپ ایسے مرض میں مبتلا ہوجاتے۔ جس میں شریعت نے رخصت دی ہے جب بھی روزہ ہرگز قضا نہ کرتے، زکوٰۃ پوری پابندی سے ہر سال ادا فرماتے۔ حج بھی آپ نے کئی بار کیا، آخری بار حج کے ارادہ سے نکلے تو راستہ میں ہی معبود حقیقی سے جاملے۔[3]

[1] صدر الشریعہ نمبر ص ۵۴ مضمون مفتی شریف الحق امجدی [2] ایضاً [3] حافظ ملت علیہ الرحمہ

حقوق العباد کا بھی خاص خیال رکھتے۔ کبھی کسی
کا دل نہ دکھاتے، کسی کی غیبت نہ کرتے، مہمانوں کی بڑی
خاطر، مدارات کرتے، مہمانوں کے کھانے پینے، اٹھنے
بیٹھنے کا پورا خیال رکھتے۔ بڑوں کا ادب کرتے اور چھوٹوں
پر شفقت فرماتے۔ لوگوں کے خطا و قصور کو معاف فرمادیتے
نہ مخالف کی ترقی سے آپ کو رنج ہوتا، نہ اسکی مصیبت سے
خوشی، ظاہر و باطن قول و فعل اور خلوت و جلوت میں آپ
یکساں تھے، اکل حلال اور صدق مقال آپ کا شیوہ تھا
سادگی و تواضع کے ساتھ ساتھ صاحب رعب و جلال بھی تھے
حسن اخلاق، صبر و شکر، توکل و قناعت، خودداری و استغنا آپ
کے امتیازات میں سے تھے۔[1]

صدر الشریعہ کے تلمیذ رشید محدث اعظم پاکستان علامہ
سردار احمد علیہ الرحمہ کے وصال پر جو منظوم تاثرات واحساسات
پیش کئے گئے تھے۔ ان میں حضرت صدر الشریعہ کی سیرت کی
طرف منسوب تذکرہ یوں ملتا ہے۔

سیرت صدر الشریعہ صورت حامد رضا: صدر بزم اصفیا تھے حضرت شیخ الحدیث

[1] مضمون قلمی علامہ غلام جیلانی اعظمی و ماہنامہ فیض الرسول مارچ ۱۹۶۹ء

مظہر صدر شریعت، نائب شاہ رضا: حجۃ الاسلام کے دلدار تھے شیخ الحدیث[1]

روحانیت کے اعتبار سے حقیقتاً آپ ایک صوفی بلکہ کشور
طریقت کے تاجدار تھے، کیونکہ اصل کرامت یہ نہیں کہ
آدمی فضا میں اڑے، پانی پر چلے، بلکہ سنت نبوی
کی پیروی اور احکام شریعت پر عمل سب سے بڑی کرامت
ہے اور یہی اصل طریقت و ولایت ہے۔ حضرت صدر الشریعہ
کی پوری زندگی اتباعِ سنت کے ساتھ ساتھ نظام مصطفےٰ
کی ترویج و اشاعت میں گذری، جس سے آپکی روحانیت
کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت
قدس سرہ نے صرف اور صرف آپکو اپنی بیعت لینے کا
وکیل بنایا تھا۔ امام احمد رضا کے وصایا شریف کی یہ
وصیت بھی حضرت صدر الشریعہ کی روحانیت کی آئینہ دار ہے

"حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتاویٰ میں لکھی ہیں
خوب از بر کرلیں تو وہ نماز جنازہ پڑھائیں، ورنہ مولوی
امجد علی"[2]

وصیت کے مذکورہ الفاظ پر غور کیجئے حجۃ الاسلام

[1] محدثِ اعظم پاکستان ج ۲ ص ۴۷۹، [2] امام احمد رضا کے وصایا شریف ص ۲۴،

مولانا حامد رضا کیلئے نماز جنازہ پڑھانے کی شرط یہ رکھی کہ فتاویٰ میں مذکور مخصوص دعائیں انھیں خوب ازبر ہوں۔ لیکن صدرالشریعہ کیلئے کسی قسم کی کوئی شرط نہیں رکھی، حضرت صدرالشریعہ کی کمال روحانیت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حج سے فراغت کے بعد جب آپ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو شریف مکہ نے خصوصی سند کی بنا پر رات کو مسجد نبوی شریف کے اندر آپ کو رہنے کی اجازت عطا فرمائی۔ زمانۂ قیام میں آپ ہر رات، مسجد نبوی کے اندر حاضر رہتے حتیٰ کہ خدام نے آپ کو روضۂ اطہر کے اندر جانے کی بھی اجازت دے دی تھی مگر پاس ادب کی وجہ سے اندر جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ [1]

روحانی کمالات کیلئے حُبّ رسول بنیادی چیز ہے بلکہ حُبّ رسول کے بغیر تو ایمان ہی معتبر نہیں۔ حضرت صدرالشریعہ کا سینہ حُبّ رسول کا مدینہ تھا۔ جب نعت رسول پڑھی جاتی تو آپ مؤدب بیٹھ جاتے، بغور سنتے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے۔

[1] صدرالشریعہ نمبر ص ۶۰، مفتی شریف الحق امجدی ۱۲

رئیس القلم علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔

"میں بچشم خود بارہا اس حقیقت کا مشاہدہ کیا کہ شدت بخار اور تکلیف مرض میں جو چیز تسکین طبع بن سکتی تھی وہ نعت اقدس کا زیر لب ترنم تھا۔ کبھی جب غلبۂ حال ہوتا، تو عالم شوق میں خود بھی گنگناتے اور دوسروں سے نعت پڑھوا کر جذب محبت کو سہارا دیتے۔ [1]

حضرت صدرالشریعہ اپنے خرچ سے سال میں ایک بار نعتیہ مشاعرہ کراتے، یہ سب چیزیں بلاشبہ حُبّ رسول کی آئینہ دار ہیں۔

علم طریقت، علم شریعت کی روح ہے، طریقت بغیر شریعت آدمی کو زندیق بنا سکتی ہے، یونہی علم شریعت طریقت کے بغیر جسم بلا روح کے مانند ہے۔

حضرت صدرالشریعہ علم شریعت اور علم طریقت دونوں کے جامع تھے۔ ان کے علمی کارناموں سے جہاں ان کے علم شریعت کا پتہ چلتا ہے، وہیں انکی علمی زندگی

[1] مضمون قلمی علامہ ارشد القادری مملوکہ جامعہ امجدیہ ۱۲

ان کی طریقت پر بھی شاہد عدل ہے۔ علم طریقت میں
بھی ان کا پایہ کتنا بلند تھا؟ اس کا اندازہ صدرالشریعہ
ہی کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے۔

"بلکہ اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب کی تکمیل کے
بعد اس نہج پر ایک دوسری اور کتاب لکھی جائے گی جو تصوف
اور سلوک کے مسائل پر مشتمل ہو گی۔ جس کا اظہار اس سے
پیشتر نہیں کیا گیا تھا۔ ہوتا وہی ہے، جو خدا چاہتا ہے۔
چند سال کے اندر متعدد حوادث پیہم ایسے درپیش ہوئے جنہوں
نے اس قابل بھی مجھے نہ رکھا کہ بہار شریعت کی تصنیف حد
تکمیل تک پہنچاتا۔" [1]

مذکورہ بالا امور سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صدرالشریعہ
کو علم شریعت کے ساتھ علم طریقت میں بھی کمال و عبور حاصل تھا
اور آپ کی زندگی دونوں کا عملی نمونہ تھی۔

صدرالشریعہ اپنے تلامذہ کی نظر میں

آپکی عملی زندگی بلاشبہ نمونۂ عمل تھی۔ یہی وجہ
ہے کہ آپ کے تلامذہ نے ہمیشہ آپ کی سیرت کو اپنایا جس سے

[1] بہار شریعت حصہ ۱۷ ص ۱۰۱ - ۱۲

وہ کامیاب ہوئے۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کا بیان ہے کہ
حافظ ملت فرمایا کرتے تھے۔ کہ گرم کھانا کھانے سے مسوڑے
کمزور ہوتے ہیں۔ مگر میں گرم چائے اس لئے پیتا ہوں کہ
میرے استاذ حضرت صدرالشریعہ گرم چائے پیتے تھے۔
حافظ ملت فرماتے تھے "کامیاب اشخاص کی تقلید کرنے سے
آدمی کامیاب ہوتا ہے، میں نے حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ
کی پیروی کی کامیاب ہوا۔ میں نے ان کو سب سے زیادہ
کامیاب مدرس پایا تو ان کے طریقے کو اپنایا۔ وہ اعلیٰ حضرت
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحیح جانشین اور فرزند تھے اگرچہ وہ حقیقی
فرزند نہ تھے مگر ان کے صحیح جانشین اور وارث وہی تھے۔"
صدرالشریعہ کی اتباع سنت کے بارے میں حافظ ملت رقم
فرماتے ہیں۔

"میں دس سال حضرت صدرالشریعہ کی کفش برداری میں
رہا۔ پوری مدت میں آپ کو متبع سنت پایا۔" [1]
یہی وجہ تھی کہ حضور حافظ ملت نے اخیر عمر تک حضرت
صدرالشریعہ سے اپنی لو لگائے رکھی۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

[1] صدرالشریعہ نمبر، ص ۱۱۳ ،

نے راقم الحروف سے فرمایا کہ حافظ ملت بخاری شریف پوری پڑھاتے، لیکن اخیر کی ایک حدیث حضرت صدر الشریعہ کے لئے چھوڑ دیتے، پھر تمام دورۂ حدیث کے طلبار کو لیکر گھوسی آتے اور حضرت صدر الشریعہ سے ختم بخاری شریف کراتے، انھیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ صدر الشریعہ نے حافظ ملت کو خط لکھا کہ میں فلاں ٹرین سے گھر آرہا ہوں۔ اس زمانہ میں وہ ٹرین ۴ بجے شام سٹھیوں اسٹیشن آتی تھی، حافظ ملت اپنے شاگردوں کو لیکر ۲ بجے اسٹیشن پہونچ گئے، سوئے اتفاق کہ ٹرین کافی لیٹ ہوگئی، حتی کہ رات ہوگئی اس زمانہ میں سٹھیوں سے مبارکپور کے درمیانی راستہ میں مکانات بھی نہیں تھے۔ مگر حافظ ملت اپنے شاگردوں کے ساتھ صرف مصافحہ کے لئے رات تک اسٹیشن پر رہے۔

استاذ کو بھی اپنے شاگرد کی محبت کا کتنا یقین تھا جب گاڑی اسٹیشن پہونچی۔ تو صدر الشریعہ نے مولانا سبحان اللہ صاحب سے فرمایا کہ سبحان اللہ جلدی کر، حافظ صاحب آئے ہوں گے[1]

صدر الشریعہ کے ارشد تلامذہ میں سے محدث اعظم پاکستان

[1] روایت علامہ ضیاء المصطفٰی قادری ۱۵ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

علامہ سردار احمد علیہ الرحمہ بھی ہیں۔ یہ اپنے استاذ گرامی کی کس قدر تعظیم و توقیر کرتے تھے، اس کے تفصیلی بیان کیلئے دفتر درکار، مختصر یہ کہ زمانۂ طالب علمی ہو یا زمانہ تدریس صدر الشریعہ کی حیات ظاہری میں بھی اور بعد وصال بھی بے حد تعظیم و توقیر کرتے۔

اس سلسلہ میں چند واقعات ملتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ دار العلوم منظر اسلام بریلی کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں شرکت کے بعد واپسی کیلئے بریلی اسٹیشن پر جلوہ گر ہوئے، حضرت علامہ سردار احمد صاحب اپنے استاذ محترم کو الوداع کہنے کیلئے اسٹیشن تک ساتھ آئے آپ کے ساتھ کافی طلبہ بھی، گاڑی آنے میں ابھی تاخیر تھی، آپ نے اپنے استاد محترم صدر الشریعہ کے پاؤں دبانے شروع کئے، کافی دیر تک یہ عمل جاری رہا۔ آپ نے اس امر کی پرواہ نہ کی کہ اسی شہر، بلکہ اُس زمانہ کی ایک بڑی درس گاہ منظر اسلام کا میں شیخ الحدیث ہوں، میرے ملنے والے اور میرے مدرسہ کے طلبار موجود ہیں، بلکہ آپ نے عزت اسی میں سمجھی کہ اپنے ہاتھوں سے استاذِ محترم کی خدمت کی جائے۔[1]

[1] روایت عبد المصطفٰی ازہری، تذکرہ محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۲۸۔

قیام اجمیر شریف کے دوران حضرت صدر الشریعہ کا
جسم بھاری ہو گیا، حکماء کی تجویز کے مطابق آپ روزانہ درگاہ
شریف سے انا ساگر تالاب تک پیدل سیر کو نکلتے، اس سیر و تفریح
میں علامہ سردار احمد صاحب عموماً بطور خادم آپ کے ہمراہ ہوتے
اس سیر میں محدث اعظم پاکستان نے پوری اصول الشاشی
حضرت صدر الشریعہ سے پڑھی، حافظ ملت علامہ عبد العزیز بھی
ساتھ ہوتے، اگر صدر الشریعہ کہیں اپنی نعلین اتارتے،
تو علامہ سردار احمد اور علامہ عبد العزیز نعلین اٹھانے کے لئے
جھگڑتے، دونوں یہ چاہتے کہ میں نعلین اپنے ہاتھ میں
لوں، چنانچہ ایک ایک نعل اٹھانے پر اتفاق ہوتا۔ لہ

محدث اعظم پاکستان کا آبائی وطن ضلع گورداس پور
جب فسادات کی لپیٹ میں آ گیا۔ تو آپ پاکستان ہجرت
کر گئے۔ آپ کی لیاقت و شہرت کی وجہ اکثر مقتدر آستانوں
کے زیب سجادہ حضرات اور دیگر اہل ثروت حضرات کی کوشش
ہوتی۔ کہ علامہ سردار احمد صاحب ہمارے یہاں رہ کر تدریس
کا کام کریں۔ مگر آئندہ کے اپنے تمام پروگراموں میں بجائے

لہ روایت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری۔

خود فیصلہ کرنے کے عموماً اپنے استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ
علیہ الرحمہ سے مشورہ کرتے۔ لہ

حضرت علامہ سردار احمد صاحب نے لائل پور (فیصل آباد)
میں مستقل طور پر قیام پذیر ہو کر دینی و تدریسی خدمات
انجام دی تھیں۔ مختلف اطراف سے فرمائشوں کے باوجود
آپ نے مستقل طور پر لائل پور ہی میں قیام کا فیصلہ کیوں
کیا؟ اس سلسلہ میں آپ کے تذکرہ نگار نے متعدد وجوہات
بیان کئے ہیں۔ جن میں ایک اہم وجہ یہ بھی ذکر فرمائی ہے
کہ علامہ سردار احمد صاحب نے مستقبل میں مقام قیام کا معاملہ
استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اور مفتی اعظم
مولانا مصطفےٰ نوری علیہما الرحمہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔ آپ
فرمایا کرتے۔

" میں استاذی المکرم بدر طریقت صدر الشریعہ علامہ حکیم
محمد امجد علی صاحب رضوی دامت برکاتہم، سیدی و سندی
حضرت مفتی اعظم ہند سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی
شریف عم فیوضہم کے حکم کا منتظر ہوں۔ اگر وہ حضرات مجھے

لہ ملاحظہ ہو تذکرہ محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۷۸۔

حکم دیں، تو کہیں بھی شامیانہ لگا کر دینی خدمات انجام دوں گا لیکن جب تک ان حضرات کی طرف سے کوئی حکم یا کوئی غیبی اشارہ نہ ہو جائے، اس وقت تک کسی جگہ کا وعدہ قبول نہ کروں گا"۔ ؎

حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی علیہ الرحمہ برابر اپنے استاذ حضرت صدر الشریعہ کے فضل و کمال کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ عرس امجدی میں جب تشریف لاتے تو عموماً صدر الشریعہ کی ولایت پر تقریر فرماتے ہوئے آنکھ سے آنسو جاری ہو جاتے،

کم و بیش تمام تلامذہ کا یہی حال تھا۔ سب کے سب آپ سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اس قسم کی عقیدت و محبت تو اب کم یاب۔ بلکہ نایاب ہیں۔

تلامذہ پر شفقت

حضرت صدر الشریعہ طلبہ پر بے حد شفقت فرماتے، ہر طالب علم پر آپ کی کریمانہ نظر یکساں رہتی۔ امیر و غریب کی کوئی تخصیص نہیں فرماتے

؎ ہفت روزہ رضائے مصطفٰے، گوجرانوالہ، ۲۵ر شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ ص ۳۔ بحوالہ تذکرہ محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۲۸۶

آپ کے فیوض و برکات ہر ایک کیلئے عام ہوتیں۔ تلامذہ سے اس قدر محبت کی مثال تو آج کے زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ چند واقعات ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

صدر الشریعہ کے شاگرد رشید سردار احمد صاحب مسجد بی بی جی بریلی شریف میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ فساد کے دوران آپ کی شہادت کی غلط خبر دور و نزدیک علاقوں میں اخبارات کے ذریعہ پھیل گئی، حضور صدر الشریعہ ان دنوں وطن مالوف گھوسی تشریف فرما تھے۔

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفٰے قادری نے راقم الحروف سے فرمایا۔ کہ جب اخبار کی یہ خبر صدر الشریعہ کو سنائی گئی، جسمیں محدث اعظم پاکستان کی شہادت کی خبر تھی، تو آپ رونے لگے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے زبردست قرآن خوانی کرائی، پھر حضرت کی تقریر ہوئی، چند دنوں بعد صحیح صورت حال واضح ہونے پر مولانا حافظ عبد الحمید خاں میرٹھ کے حوالہ سے خبر شہادت کی تردید اخبارات میں شائع ہوئی۔ ایک صاحب دو بجے دن ایک اخبار لے کر قادری منزل حضرت صدر الشریعہ کے پاس آئے۔ اور بتایا کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔ یہ سن کر صدر الشریعہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی، مولانا سبحان اللہ صاحب سے فرمایا۔ فوراً ڈاکخانہ جاؤ۔ اور مولانا سردار احمد کو تار دیدو کہ آپ جس حال میں ہوں فوراً گھوسی آجائیے، اور آنے کی تاریخ سے مطلع کر دیجئے، انھوں نے تار کر دیا کہ میں فلاں دن گھوسی

حاضر ہورہا ہوں، جس دن اُن کے آنے کی تاریخ تھی، حضرت صدر الشریعہ
نے اپنی نگرانی میں بیٹھک کی صفائی کی، بعد نماز فجر ٹرین آتی تھی، لوگوں
کو اسٹیشن استقبال کیلئے صبح ہی روانہ فرمادیا، پھر جب خبر ملی کہ مولانا سردار احمد
صاحب تشریف لا رہے ہیں اور قریب آگئے ہیں، تو صدر الشریعہ آگے
بڑھکر قادری منزل والی پلیا کے پاس پہونچے، استاذ و شاگرد دونوں
کی ملاقات ہوئی، بغل گیر ہوئے، اور دونوں خوب روئے، پھر رات
کو صدر الشریعہ نے جلسہ منعقد کرایا، جس میں مولانا سردار احمد صاحب
کی بصیرت افروز تقریر ہوئی۔ [لہ]

شاگردوں سے استاذ کی اس طرح محبت، اور شاگردوں کی
استاذ سے اس قدر عقیدت، آج کے زمانہ میں مشکل ہی سے نظر
آئے گی، ذیل میں صدر الشریعہ کے چند ایسے خطوط کی نقل پیش کی
جارہی ہے۔ جو آپ نے علامہ سردار احمد صاحب کے نام تحریر
فرمائے تھے، ان خطوط سے جہاں حضرت صدر الشریعہ کی شفقت و محبت
کا اندازہ ہوگا۔ وہیں اردو ادب کے جلوے بھی نظر آئیں گے۔ یہ خط
اس وقت تحریر کیا گیا تھا، جب علامہ سردار احمد علیہ الرحمہ نے دار الخیر
اجمیر پہونچکر اپنے استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ کو خط لکھا تھا،

لہ روایت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، ۲۸ر نومبر ۱۹۹۶ء۔

جس میں آپ نے آئندہ بریلی شریف آنے کا پروگرام تحریر کیا تھا۔ اس کے
جواب میں حضرت صدر الشریعہ نے بریلی شریف کے پتہ پر محدثِ اعظم
پاکستان کے نام یہ خط لکھا۔

"عزیزم سلّمہٗ دعاء۔ تمہارا ایک خط پنجاب سے آیا تھا، جس
میں تم نے بریلی کی روانگی کا قصد ظاہر کیا تھا، اب یہ دوسرا خط اجمیر شریف
سے آیا، خیریت معلوم ہوئی۔ غالباً اب تم بریلی پہنچ گئے ہوگے، پہلے
خط آنے کے بعد میں نے ایک خط چھوٹے مولانا صاحب (مفتیٔ اعظم
محمد مصطفٰے رضا بریلوی) کے نام روانہ کیا۔ جس میں تمہیں بھی کچھ لکھ
دیا تھا۔ غالباً انھوں نے وہ خط تمہیں دکھایا ہوگا۔ میں نے ایک
سخت غلطی کی کہ اپنا پُرانا مکان گرواکر از سر نو تعمیر کرانا شروع کردیا
نہ عمارتی سامان دستیاب ہوتا ہے اور نہ معمار و مزدور آسانی سے
ملتے ہیں، اس غلطی پر سخت نادم ہوں اور نہایت درجہ پریشان
دیواریں آج مکمل ہوگئی ہیں۔ اب ڈاٹ لگنا اور اوپر کا کام باقی ہے
دُعا کرو کہ جلد اس سے فرصت ملے اور میں کہیں آنے جانے کے
قابل ہو جاؤں۔ اگر یہ دشواری نہ ہوتی تو اجمیر شریف حاضر ہوا ہوتا
اور "پالی"، بھی جاتا اور ممکن تھا کہ بریلی آتا، تمہیں دیکھنے کو بہت
جی چاہتا ہے اور یہاں کے سب لوگ تمہارے مشتاق ہیں۔ یہ
تحریر کرو کہ تم کب یہاں آؤ گے۔ نہایت خلوص کے ساتھ دُعا کرو کہ

مولیٰ تعالیٰ افکار حاضرہ سے مجھے جلد اطمینان دے کر نجات بخشے۔ چھوٹے حضرت صاحب کو میرا سلام کہدو۔ فقط" [۱]

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے خط میں علامہ سردار احمد کے تعلق سے یہ جملے درج تھے۔

"عزیزم مولوی سردار احمد صاحب سلمہٗ کا بھی کل ہی ایک خط آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ غالباً کل ہی بریلی کے ارادہ سے روانہ ہوگئے ہوں گے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ سندھ کے راستے سے بونی جنکشن ہوتا ہوا آؤں گا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اجمیر شریف ضرور اُتریں گے۔ اور عرس کرکے وہاں سے بریلی آئیں گے۔ میرا یہ خط محفوظ رکھیئے۔ وہ جب آجائیں، تو انھیں دکھایا جائے" [۲]

محدثِ اعظم پاکستان علامہ سردار احمد علیہ الرحمہ نے جب بریلی شریف پہونچنے، اور تدریس و تعلیم شروع کرنے اور دیگر امور سے متعلق حضرت صدر الشریعہ کے پاس عریضہ بھیجا تو صدر الشریعہ نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

"عزیزم سلمہٗ۔ ادعیہ وافرہ کے بعد واضح ہو کہ تمہارا خط بریلی کا بھیجا ہوا موصول ہوا۔ خیریت معلوم ہوئی کہ تم مع الخیر بریلی پہونچ گئے،

[۱] مکتوب صدر الشریعہ بنام علامہ سردار احمد صاحب محررہ ۱۳ رجب ۱۳۶۷ھ / ۲۲ مئی ۱۹۴۸ء بحوالہ محدث اعظم پاکستان ج ۲ ص ۴۲۔ [۲] مکتوب صدر الشریعہ بنام مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا بریلوی، محررہ ۲۲ جمادی الاخرہ ۱۳۶۷ھ حوالہ مذکور

تمہارے ہر خط کا جواب میں نے روانہ کیا ہے۔ پاکستان سے جو خط تم نے بھیجا تھا۔ اس کا جواب چھوٹے مولانا صاحب کے خط میں لکھ دیا تھا۔ اجمیر شریف سے جو خط بھیجا، اس کا جواب بریلی محلہ سوداگران کے پتہ سے تمہارے نام روانہ کیا۔ پچھلے خط کا جواب آج روانہ کرتا ہوں۔ مکان کی وجہ سے اتنی زیادہ مشغولیت ہے کہ فرصت نہیں ملتی۔ اور پریشانی اتنی کہ عمر بھر کبھی اتنا پریشان نہ ہوا۔ میں بالکل تنہا اور مجبور۔ ایسی حالت میں اس کام کو شروع کردینا یہ (میری) سخت غلطی ہے۔ جس پر میں نادم ہوں۔ دعا کرو کہ جتنا ضروری کام ہے جلد انجام پا جائے تاکہ اطمینان حاصل ہو۔ بریلی شریف ہم تمام اہلسنت کیلئے مرکز ہے اور وہ تقریباً کام کرنے والے سے خالی ہے۔ وہاں کسی بلکہ کئی اچھّے کارکن کی سخت ضرورت ہے، میرا خیال ہے کہ چھوٹے مولانا صاحب ہرگز تمہیں نہیں چھوڑیں گے پہلے تم گورداس پور میں رہتے تھے اور اب گوجرانوالہ میں رہوگے، کچھ بہت زیادہ فرق نہیں۔ صرف راستہ کی بے امنی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ جگہ دُور ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد یہ بات جاتی رہے گی۔ مسبّبُ الاسباب کوئی سبب پیدا فرمادے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر شخص پسند کرتا ہے بال بچوں کے پاس رہنا یا قریب میں رہنا۔ مگر دیندار کیلئے خدمتِ دین و ضروریات دین کا خیال سب سے

مقدم ہوتا ہے۔ میں مجبور نہیں کرتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ تم خود غور کرو
اور جو صورت زیادہ تردین کیلئے مفید ہو۔ اُسے اختیار کرو۔ فقیر تمہارے
دیکھنے کا بہت زیادہ مشتاق ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ کب تم سے
ملاقات ہوتی ہے۔ مفتی اعظم کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا۔

ان خطوط کے پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ
کے اندر چھوٹوں پر شفقت کا کیسا جذبہ تھا۔ صاحبزادہ مولانا حکیم
شمس الہدیٰ صاحب کے نام تحریر کردہ خطوط سے بھی اس بات
کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ مفتی محبوب رضا بریلوی لکھتے ہیں

"طلبہ سے بہت خلوص و محبت فرماتے تھے، چنانچہ ہم لوگ
آپس میں ان کے لئے اَبّا کا لفظ استعمال کرتے" [۲]

صالحین کی تعظیم

حضرت صدر الشریعہ صالحین کی تعظیم و توقیر کرتے
بڑوں کا اکرام کرتے، اس سلسلہ میں علامہ
غلام جیلانی گھوسوی رقم فرماتے ہیں۔

"عام صالحین کی تعظیم و توقیر آپ پسند فرماتے، ہر سنی خواہ رضوی

[۱] مکتوب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بنام علامہ سردار احمد صاحب محررہ ۲۰ رجب ۱۳۶۷ھ
۳۰ مئی ۱۹۴۸ء۔ بحوالہ محدث اعظم پاکستان ج ۲ ص ۴۴ - ۴۵ -
[۲] صدر الشریعہ نمبر ص ۲۶ - مفتی محبوب رضا شاگرد صدر الشریعہ -

ہو یا اشرفی، حامدی ہو، یا مصطفوی، امجدی ہو یا نعیمی یکساں محبوب تھے
رضویت، اشرفیت وغیرہما کو ایک ہی درخت (سنیت) کی متعدد شاخ
سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو ہر شعبہ کی ترقی سے خوشی ہوتی اور
ہر سنی جماعت کے علماء و صالحین کی تعظیم و توقیر محبوب تھی۔ کسی دوسرے
شعبہ کے صالحین کی سربلندی کو اپنی ہی سربلندی سمجھتے تھے۔ اگر کسی
جماعت میں عصبیت کی آگ سلگتی ہوئی نظر آئی۔ تو حتی الوسع اُسے
جلد از جلد بجھانے کی کوشش فرماتے۔" [۱]

اگر کسی سے آپ کو کوئی تکلیف ہوتی تو اس کا اظہار نہ فرماتے
اور نہ انتقامی کارروائی کرتے۔ گویا حدیث پاک۔ لیس الواصل بالمکافی
ولکن الواصل الذی اذا انقطعت رحمہ وصلھا۔ (برابر کا بدلہ لینے والا
صلۂ رحمی کرنے والا نہیں۔ صلۂ رحمی کرنے والا درحقیقت وہ شخص ہے کہ جب
صلۂ رحمی منقطع ہو تو وہ اُسے جوڑ دے) پر آپ کا بھرپور عمل تھا۔

عام عادات

حضرت صدر الشریعہ لطیف مزاج کے مالک تھے
نفاست پسند تھے، صاف ستھرا لباس زیب تن
فرماتے۔ اعلیٰ کپڑوں کی شیروانی یا جُبّہ بنواتے، ٹوپی دوپلی پہنتے
اخیر عمر میں کھدر کے کپڑے پسند فرمانے لگے تھے عام طور پر متوسط

[۱] صدر الشریعہ نمبر ص ۱۷ علامہ غلام جیلانی اعظمی -

کھانا تناول فرماتے، پانی بہت ٹھنڈا پیتے، موسم سرما میں بھی گھڑوں میں بھرواتے اور دن بھر اس سے پیتے، بھنا ہوا گوشت، روٹی، اور تلے ہوئے کریلے آپ کی پسندیدہ خوراک تھے، عمدہ اور گرم چائے پیتے میٹھی چیزوں میں ہلکا میٹھا پسند فرماتے، عصر کے بعد عموماً ٹہلنے نکلتے تھے[1]

علمی لطائف

حضرت صدر الشریعہ ظریف الطبع بھی تھے، لیکن غیر موزوں اور نامناسب جملے استعمال نہیں کرتے بلکہ ظرافت میں بھی علمی وقار ملحوظ رکھتے، چند علمی لطیفے ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) دادون میں تفسیر بیضاوی شریف کے درس کے دوران قَالُوْا أَتَجْعَلُ فِيْهَا۔ کا ترجمہ کسی طالب علم نے یوں کیا۔ ملائکہ لوگوں نے کہا اس پر حضرت صدر الشریعہ خوب ہنسے، اور فرمایا۔ یہ تو انگریزوں والی اردو ہوئی، کہ بندر لوگ پریشان کرتا ہے۔[2]

(۲) ایک مقرر نے وضو کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس کی وجہ سے پھوڑے پھنسیاں نہیں ہوتیں۔ صدر الشریعہ نے ازراہ مزاح فرمایا کہ مولوی سردار احمد صاحب تو پھر کبھی وضو ہی نہیں کرتے اس زمانہ میں انھیں اکثر پھوڑے نکلا کرتے تھے۔[3]

[1] علامہ مفتی شریف الحق امجدی، مفتی محبوب رضا۔ صدر الشریعہ نمبر ص ۲۶، ۵۳
[2] مضمون قلمی علامہ غلام جیلانی اعظمی۔ [3] ایضاً۔

(۳) آج کی طرح اس زمانہ میں بھی عموماً مقررین۔ امابعد فقد قال اللہ تعالیٰ .... کے بعد فاعوذ باللہ ... بسم اللہ پڑھا کرتے۔ صدر الشریعہ ایسے موقع پر برجستہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں اعوذ باللہ فرمایا ہے؟ امابعد فاعوذ باللہ کہا کرو[1]

بیعت وخلافت

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی اور ورع وتقویٰ سے شاداب و درخشندہ زندگی کی مسلسل دید کے بعد آپ نے روحانی راہنمائی کیلئے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں اُن سے بیعت کی۔ اور جلد ہی سلاسل میں خلافت سے نوازے گئے۔[2] ـــ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہو کر صدر الشریعہ نے جو کمال عروج حاصل کیا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے صرف حضرت صدر الشریعہ کو اپنی بیعت لینے کا وکیل بنایا تھا۔ آپ کے علاوہ کسی کو حتیٰ کہ شہزادگان کو بھی اپنی بیعت لینے کے لئے وکیل نہیں بنایا تھا۔ شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی علیہ الرحمہ زمانۂ طالب علمی میں جب دیوبندیوں کی گستاخانہ

[1] مضمون قلمی علامہ غلام جیلانی اعظمی۔ [2] ماہنامہ الرضا بریلی۔ مندرجہ معارف رضا ۱۹۸۳ء بحوالہ محدث اعظم پاکستان ج ۱ ص ۱۲۸۔

عبارتوں سے متنفر ہوکر اعلیحضرت قدس سرہٗ سے مرید ہونیکے ارادہ سے ایک جلسہ میں پہونچے، جس میں حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین، اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہم الرحمہ تشریف فرما تھے۔ علامہ حشمت علی نے ان حضرات سے عرض کیا۔ اگر آپ لوگوں میں کوئی اعلیٰحضرت کا وکیل بالبیعۃ ہو تو میں اس کے ہاتھ پر اعلیحضرت سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ یہ شرف صرف ہم میں سے حضرت مولانا امجد علی صاحب کو حاصل ہے، آپ ان کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیے۔ میں نے بلا تاخیر حضرت صدر الشریعہ کے ہاتھ پر اعلیحضرت کی بیعت کرلی۔ [1]

پیری مریدی کو آپ نے اپنا مشغلہ نہیں بنایا۔ البتہ اگر کوئی آپ سے مرید ہونے کی خواہش ظاہر کرتا۔ تو آپ اُسے مرید کر لیتے، آپ کے مریدین کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ یوپی، بہار، راجستھان، وغیرہ صوبوں میں آپ کے مرید موجود ہیں۔ موجودہ مشہور علماء میں رئیس القلم علامہ ارشد القادری اور شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی، آپ کے مرید ہیں۔ آپ کے خلفاء کی بھی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ اکابر علماء میں مندرجہ ذیل حضرات آپ کے خلفاء ہیں۔

[1] صدر الشریعہ نمبر ص ۶۰ علامہ مفتی شریف الحق امجدی۔

خلفاء

(۱) حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور (۲) محدثِ اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب گورداس پوری (۳) حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی گھوسوی۔ شیخ الحدیث براؤن شریف (۴) شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی (۵) مناظر اہل سنت علامہ مفتی رفاقت حسین مفتیٔ اعظم کانپور (۶) حضرت مولانا حافظ مصلح الدین صاحب حیدرآباد (۷) حضرت علامہ مفتی ظفر علی صاحب نعمانی۔ (۸) شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی گھوسوی (۹) علامہ غلام یزدانی گھوسوی (۱۰) حضرت مولانا عبد الحق مبارکپوری۔

ہم عصر مشاہیر علماء

حضرت صدر الشریعہ کے ہم عصر مشاہیر علماء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی۔ (۲) ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری (۳) عمدۃ المتکلمین علامہ سید سلیمان اشرف بہاری۔ صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۴) حضرت علامہ سید احمد اشرف ابن اشرفی میاں کچھوچھہ شریف (۵) محدثِ اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی (۶) حضرت مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی۔ (۷) حضرت علامہ وکیل احمد سکندرپوری (۸) حضرت مولانا فضل حق رامپوری (۹) حضرت علامہ معین الدین اجمیری (۱۰) حضرت مولانا نور الحسن

رامپوری (۱۱) حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان (۱۲) مفتئ اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا خان (۱۳) مولانا قاضی عبدالوحید صاحب پٹنہ (۱۴) حضرت مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی (۱۵) حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (۱۶) حضرت مولانا سید مصباح الحسن سجادہ نشین خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف۔

مشاہیر تلامذہ

(۱) محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب (۲) حافظ ملت علامہ عبدالعزیز صاحب مرادآبادی (۳) مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی (۴) مناظر اہل سنت مفتی رفاقت حسین مظفرپوری، (۵) شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی (۶) امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی، (۷) شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین جونپوری (۸) حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صاحبزادہ صدر الشریعہ (۹) فخر الاماثل علامہ محمد سلیمان بھاگل پوری (۱۰) حضرت علامہ مبین الدین صاحب امروہی (۱۱) خیر الاذکیاء علامہ غلام یزدانی گھوسوی (۱۲) شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی گھوسوی، (۱۳) علامہ مفتی وقار الدین کراچی (۱۴) سید العلماء علامہ سید آل مصطفےٰ مارہرہ شریف (۱۵) حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی صاحب پاکستان (۱۶) حضرت مولانا عبدالمصطفےٰ صاحب اعظمی (۱۷) حضرت مولانا اسرار الحق اندوری (۱۸) حضرت مولانا محمد محسن صاحب فقیہ شافعی لاہور،

(۱۹) حضرت مولانا تقدس علی صاحب صدر ہائے سندھ (۲۰) حضرت مولانا خلیل احمد کچھوچھوی (۲۱) حضرت مولانا سید ظہیر احمد علی گڈھ، (۲۲) حضرت مولانا مفتی مجیب الاسلام صاحب ادروی (۲۳) حضرت مولانا افضل الدین حیدر ورگ ایم، پی (۲۴) حضرت مولانا مفتی عطف اللہ علی گڈھ (۲۵) حضرت مولانا مفتی خلیل احمد برکاتی مارہرہ (۲۶) حضرت مولانا محبوب رضا خاں صاحب کراچی (۲۷) حضرت مولانا صدیق احمد صاحب بنارس (۲۸) حضرت مولانا غلام آسی صاحب بلیا (۲۹) حضرت مولانا مختار الحق صاحب لائل پور پاکستان (۳۰) حضرت مولانا قاری اسد الحق صاحب مرادآبادی (۳۱) حضرت مولانا عتیق الرحمٰن تلشیپوری (۳۲) محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری (۳۳) علامہ مفتی شریف الحق امجدی (۳۴) حضرت مولانا قاری رضاء المصطفےٰ صاحب صاحبزادہ صدر الشریعہ (۳۵) محترمہ سعیدہ خاتون صاحبزادی صدر الشریعہ (۳۶) حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحبزادہ (۳۷) مولانا محمد یحییٰ صاحب گھوسوی (۳۸) محترمہ عائشہ خاتون صاحبزادی صدر الشریعہ۔

اولاد

آپ نے چار شادیاں کیں۔ پہلی شادی محترمہ کریمہ خاتون صاحبہ سے ہوئی جن کے بطن سے پانچ اولاد پیدا ہوئی، (۱) حکیم شمس الہدیٰ مرحوم (۲) زبیدہ خاتون مرحومہ (۳) مولینا محمد یحییٰ مرحوم (۴) مولانا عبدالمصطفےٰ ازہری مرحوم (۵) مولینا عطاء المصطفےٰ مرحوم

آپ کی دوسری شادی محترمہ صفی النساء صاحبہ سے ہوئی جس سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی رئیسہ خاتون مرحومہ۔

آپ کی تیسری شادی محترمہ رابعہ خاتون صاحبہ سے ہوئی جس سے دو اولاد پیدا ہوئیں (۱) محمد احمد مرحوم (۲) قاری رضاء المصطفٰے صاحب، آپ کی چوتھی شادی محترمہ ہاجرہ بی بی صاحبہ سے ہوئی ان کے بطن سے آٹھ اولاد پیدا ہوئیں۔ (۱) محترمہ سعیدہ خاتون مرحومہ (۲) محترمہ عائشہ خاتون (۳) محدثِ کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفٰے[1] قادری صاحب (۴) محمد مرحوم (۵) مولانا ثناء المصطفٰے صاحب (۶) مولانا بہاء المصطفٰے صاحب (۷) مولانا فداء المصطفٰے صاحب

[1] نام۔ ضیاء المصطفٰے، لقب علامہ محدثِ کبیر، ممتاز الفقہاء، سکونت گھوسی آپ ۲ر شوال ۱۳۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی علیہ الرحمہ اور اپنی والدہ محترمہ سے حاصل کی، بڑے چچا حکیم احمد علی سے قرآن کریم ختم کیا۔ اردو کی دوسری کتاب سے فارسی اور میزان و منشعب تک اپنے والد مکرم (صدر الشریعہ) سے پڑھی۔ نحو میر و پنج گنج علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی سے۔ پھر ہدایۃ النحو تک مولانا غلام آسی صاحب سے پڑھی۔ اس کے بعد شوال ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء میں دار العلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لے گئے، اور متوسطات سے منتہی درجات تک کی تعلیم وہیں

سفرِ آخرت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں پہلی مرتبہ حج و زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ دوسری بار اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حج و زیارت

بقیہ حاشیہ ص ۱۲۶ کا:۔ مکمل کی، حافظ ملت علامہ عبد العزیز اور علامہ حافظ عبد الرؤف علیہما الرحمہ سے معقولات و منقولات کی اہم کتابیں پڑھیں۔ اور فروری ۱۹۵۷ء میں سند فضیلت حاصل کی، پھر وہیں، تحقیقی نصاب دو سال میں مکمل، بعدہٗ تدریس کی طرف متوجہ ہوئے، مئی ۱۹۵۹ء میں دار العلوم اہلسنت شمس العلوم گھوسی میں صدر المدرسین کی حیثیت سے آپکا تقرر ہوا، جون ۱۹۶۱ء تک آپ نے تدریسی خدمات انجام دیکر مدرسہ کے تعلیمی معیار کو بلند کیا، جولائی ۱۹۶۱ء میں اپنے استاذ حافظ ملت کے حکم سے مدرسہ فتحیہ فرفرہ۔ ضلع ہگلی میں شیخ الحدیث کا عہدہ قبول کیا۔ اور جولائی ۱۹۷۰ء تک شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے۔ وہاں سے مستعفی ہونے کے بعد کچھ بارہ ہوڑہ بنگال میں مدرسہ ضیاء الاسلام کی بنیاد ڈالی، اور وہیں جولائی ۱۹۷۲ء تک رہ کر تعلیمی و تعمیری معیار کو بلند کیا، یہ مدرسہ بنگال کے اچھے اداروں میں شمار ہوتا ہے۔ علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب کے انتقال کے بعد مبارکپور میں جب ایک باصلاحیت مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو حضور حافظ ملت نے آپ کو مبارکپور آنے کا حکم دیا، مگر کچھ عوائق کی وجہ سے عارضی طور پر مدرسہ شمس العلوم گھوسی بھیج دیا۔ پھر شوال ۱۳۹۲ھ نومبر ۱۹۷۲ء میں حضور حافظ ملت نے دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں آپکی تقرری کی (بقیہ اگلے ص پر)

کے ارادے سے ۲۶ر شوال ۱۳۶۷ھ کو گھوسی سے روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل اور روانگی کے بعد کے حالات بڑے رقت انگیز ہیں۔

بقیہ حاشیہ ص۱۲۷ کا:۔ معقولات ومنقولات میں عبور حاصل ہونے کی وجہ سے اشرفیہ کے کامیاب مدرس رہے۔ اور چند سال کے بعد شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور آج تک انتہائی جامعیت کے ساتھ حدیث، فقہ، مناظرہ فلسفہ اور دیگر علوم وفنون کی تعلیم وتدریس میں مصروف ہیں۔ ہند و بیرون ہند کے طول وعرض میں ہزاروں علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ ایک کامیاب مناظر بھی ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں غیر مقلدوں سے آپ نے بہت ہی کامیاب مناظرہ کیا، جس کی روداد ۱۳۹۹ھ میں "صارم الحق القاتل علی قلب جازم الباطل" کے نام سے شائع ہو کر قبول خاص وعام ہو چکی ہے۔ یہ رُوداد آپ کی علمی وفنی مہارت پر شاہد عدل ہے۔ اس کے علاوہ بدایوں میں مولوی خلیل احمد بجنوری ثم بدایونی سے غالباً ۱۳۹۹ھ میں حفظ الایمان کی مشہور کفری عبارت پر مناظرہ کیا۔ اور اُسے لاجواب کیا۔ کلیا چک مالدہ میں آپ نے دیوبندیوں، وہابیوں سے "حاضر وناظر" کے موضوع پر مناظرہ کیا، ڈربن ساؤتھ افریقہ میں طاہر القادری سے کامیاب مناظرہ کیا۔ اور اُسے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے علاوہ بھی متعدد جگہوں پر آپ نے مناظرے کئے ہیں۔ آپ ایک کامیاب خطیب بھی ہیں۔ ہند اور بیرون ہند کی اہم کانفرنسوں میں مدعو کئے جاتے ہیں۔ (بقیہ اگلے ص پر)

حضرت صدر الشریعہ کے سینے میں عشق رسول کی جو قندیل روشن تھی۔ وہ اِس سفر حرمین، بلکہ سفر آخرت میں اور زیادہ شعلہ زن ہو گئی۔ نعت پاک پڑھواتے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپتے اور نعت سن سن کر مچل جاتے، آنکھوں سے اشک رواں ہوتا۔ حسب پروگرام سینکڑوں معتقدین کی جھرمٹ میں اپنے در دولت سے گھوسی اسٹیشن پہونچے۔ اسٹیشن میں لوگوں کے سامنے وداعی تقریر فرمائی جو بڑی ہی دردانگیز تھی۔ پھر گاڑی آئی اور حضرت

بقیہ حاشیہ ص۱۲۸ کا:۔ علماء بھی آپ کی علمی تقریر کے مداح ہیں۔ آپ ایک ماہر مفتی بھی ہیں۔ فقیر راقم الحروف کے فتاوی کی قطعی صحت اور اصلاح کا کام آپ ہی انجام دیتے ہیں۔ مجلس شرعی مبارکپور کے صدر ہیں۔ فن حدیث آپ کا خاص فن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے "محدثِ کبیر" کا خطاب دیا ہے۔ علم حدیث میں ترمذی شریف کی اردو شرح کا کام آپ نے شروع کیا ہے۔ مصروفیتوں کے باعث زیادہ کام نہیں ہو سکا ہے۔ لیکن جتنا ہوا ہے وہ بہت وقیع ہے۔

ادارہ جامعہ امجدیہ رضویہ اور کلیۃ البنات الامجدیہ کے مؤسس وسرپرست ہیں کاموں میں ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے۔ آمین

آل مصطفٰی مصباحی

روانہ ہوگئے۔ گھر سے روانگی کے وقت ہی سے طبیعت علیل تھی
راستے میں سخت بارش ہوگئی۔ حضور صدر الشریعہ کو ٹھنڈک
لگ گئی۔ جس کی وجہ سے شدید بخار آگیا۔ حتیٰ کہ بمبئی پہونچتے
پہونچتے نمونیہ کا حملہ ہوگیا۔ بمبئی اسٹیشن سے آپ کو قیام گاہ لایا گیا،
اور علاج شروع ہوا۔ کئی دن علاج کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا۔
حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، اور حضرت صدر الشریعہ کو ایک ہی جہاز
سے روانہ ہونا تھا۔ حضور مفتی اعظم نے پرنم آنکھوں کے ساتھ حضرت
صدر الشریعہ سے آخری ملاقات کی۔ اور سفر حرمین کیلئے روانہ ہوگئے
ادھر حضرت صدر الشریعہ کی طبیعت بگڑتی گئی۔ آخر کار ۲ر ذی قعدہ
۱۳۶۷ھ مطابق ۶ر ستمبر ۱۹۴۹ء بروز دوشنبہ ۱۲ر بجکر ۲۶ر منٹ پر
شب کو وہ جاں گداز لمحہ آگیا۔ جس میں آپ نے ہمیشہ کیلئے آنکھیں
بند کرلیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ للّٰہ ما اخذ ولہٗ
ما اعطیٰ وکل شئ عندہٗ بأجل مسمّٰی۔ خدا جو لے وہ اُسکا۔ جو
عطا فرمائے وہ اُس کا، اور اُس کے نزدیک ہر چیز کیلئے ایک مدّت
معین ہے۔ اِس آیتِ کریمہ سے آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ہ
۱۳۶۷ھ

ے مدینے کا مسافر ہند سے پہونچا مدینے میں ؛ قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں
(علامہ ارشد القادری)

جب یہ خبر بمبئی کے طول و عرض میں پھیلی تو ہزاروں کا مجمع اکٹھا
ہوگیا۔ حضرت کے متوسلین یہ چاہتے تھے کہ حضرت بمبئی ہی میں مدفون ہوں
اور یہیں ان کا شاندار مقبرہ بنایا جائے، مگر مخدومہ اہلیہ صدر الشریعہ کی خواہش
کے مطابق جنازہ مبارکہ گھوسی لانے کا فیصلہ کیا گیا۔ عقیدت مندوں کے
اصرار پر بمبئی کے ایک بڑے میدان میں جنازے کی نماز پڑھی گئی جمیعت علماء
اہل سنت کے سربراہ حضرت حکیم فضل رحیم صاحب نے جنازے کی نماز پڑھائی
قانونی طور پر کاغذات مکمل کرنے کے بعد ہزاروں عقیدت مندوں کے ہجوم
اور نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں جنازہ مبارکہ بمبئی اسٹیشن لایا گیا۔
پھر کلکتہ بمبئی میل میں تابوت شریف رکھا گیا۔ راستہ بھر گلاب کے
پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ عقیدت مند نذرانۂ عقیدت پیش کرتے
رہے، جنازہ مبارکہ گھوسی اسٹیشن پہونچا۔ تو ہر طرف غم زدہ انسانوں
کا سیلاب تھا۔ پھر تابوت شریف قادری منزل لایا گیا، کفن ہٹا کر
سب سے پہلے شگفتہ چہرہ کا دیدار حضور حافظ ملت علامہ عبد العزیز
علیہ الرحمہ نے کیا۔ پُرنور چہرہ دیکھنے کے بعد بے خودی کے عالم میں
حافظ ملت چیخ اٹھے۔

کہ دو لوگوں میں اعلان کردو کہ جسے ایک عاشق پاکباز ایک
حق پرست مرد مومن اور ایک زندہ و جاوید فقیہ اسلام کا چہرہ دیکھنا
ہو، وہ یہاں آکر دیکھ لے۔ [1]

[1] صدر الشریعہ نمبر ص ۲-۱۰۱ ملخصاً علامہ ارشد القادری۔

خیرالاذکیا، علامہ غلام یزدانی گھوسوی نے اپنے خط میں تابوت کھلنے کے بعد کا منظر ان الفاظ میں تحریر کیا ہے۔ وہ تابوت کھولنے کے بعد روئے انور سے کفن حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے سرکایا۔ اللہ اللہ اعلیحضرت کے خلیفۂ اوّل کا روئے مبارک وہ ویسا ہی تر و تازہ تھا کہ جیسا کہ حیات ظاہری میں۔ وہی تابانی و درخشانی وہی انوار کی شعاؤں کا نکل نکل کر دیدار کرنے والوں کو روشنی بخشنا، جسد اطہر کی بھی بالکل وہی حالت تھی جو زندگی میں تھی، زندہ جسم کی طرح سختی و نرمی ساتھ ساتھ۔ سچ ہے۔ اِنَّ اولیاءُ اللہ لایموتون ولٰکن ینتقلون من دار الی دار"

نماز عصر کے بعد گھوسی میں بھی نمازِ جنازہ ہوئی۔ حافظ ملّت علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور گھوسی کے اِملی باغ میں سپرد خاک کئے گئے، بعد نماز مغرب موسلا دھار بارش شروع ہوئی، اور دیر تک ہوتی رہی، قبر پر چٹائی ڈال دی گئی۔ اور قبر مبارک کے اردگرد مینڈ باندھ دی گئی۔ چند دنوں بعد مزار شریف سے جب چٹائیاں ہٹائی گئیں تو ایسی جانفزا خوشبو پھیلی کہ پوری فضا معطر ہو گئی۔ بلا تفریقِ مذہب و ملّت گھوسی کے اکثر افراد نے اس خوشبو کو سونگھا، اور آپ کی کرامت کا اعتراف کیا حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ کی کوششوں سے مزار پاک پختہ کیا گیا۔ محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفٰے قادری مدظلہ العالی حضرت صدرالشریعہ کے جانشین مقرر ہوئے

مولیٰ عزوجل حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی قبر مبارک پر رحمتوں کی بارش برسائے۔ اور انکے فیوض و برکات سے حظ وافر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین۔ خاکپائے اولیاء۔ آل مصطفٰے مصباحی



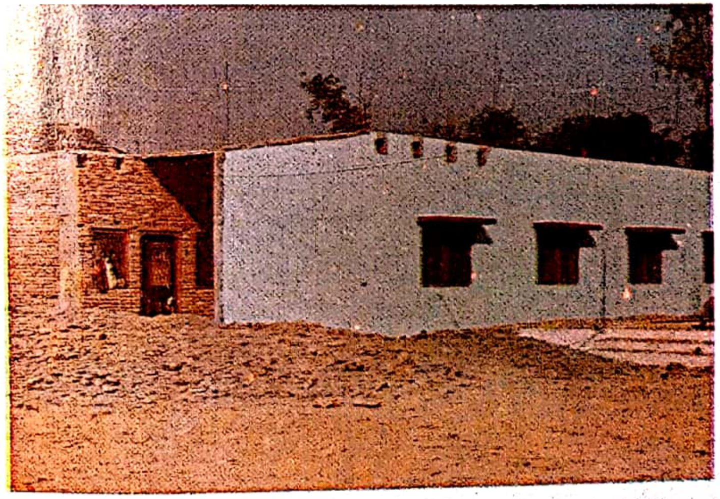
حضور صدر الشریعہ کے مزار کا بیرونی منظر



حضور صدر الشریعہ کے مزار کا اندرونی منظر



حضور صدر الشریعہ کے مزار کا بیرونی منظر



کلیۃ البنات الامجدیہ کے زیر تعمیر ہاسٹل کا ایک منظر



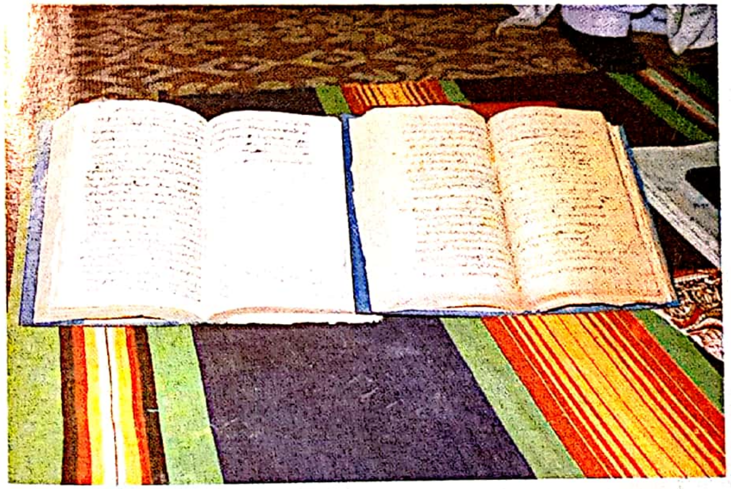
صدر الشریعہ کے تصنیفی شاہکار بہار شریعت کی مکمل
جلدیں جو فقہی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہیں



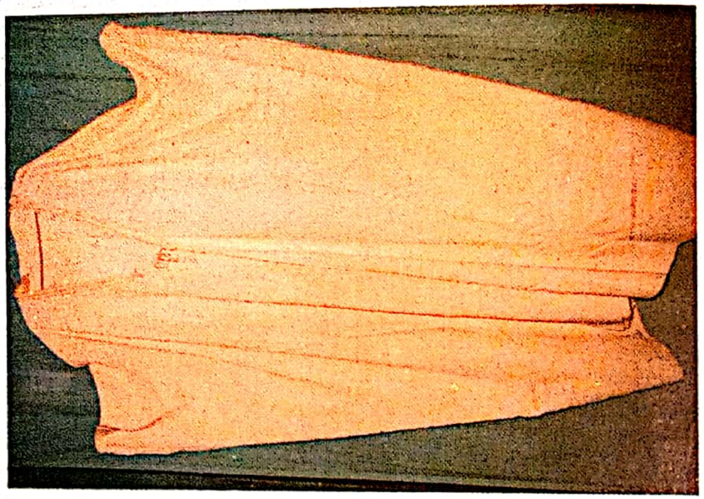
فتاویٰ امجدیہ کی تین جلدیں (چوتھی جلد تادم تحریر زیر طبع)



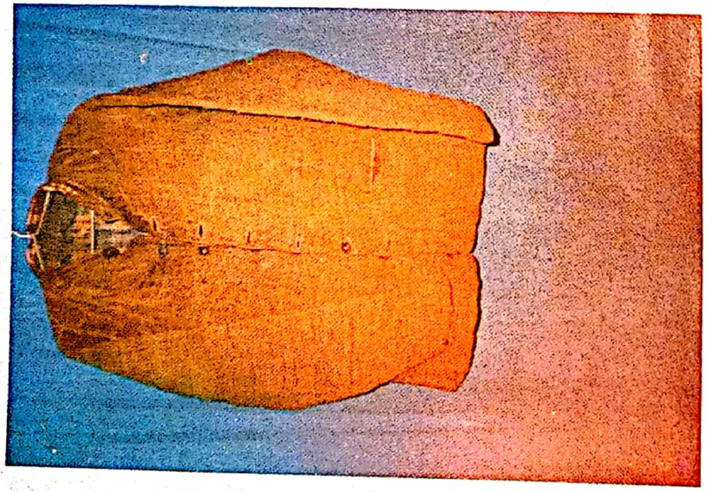
بہار شریعت کے قلمی نسخے جو آج بھی بطور یادگار محفوظ ہیں



فتاویٰ امجدیہ کی نقول کا ایک منظر



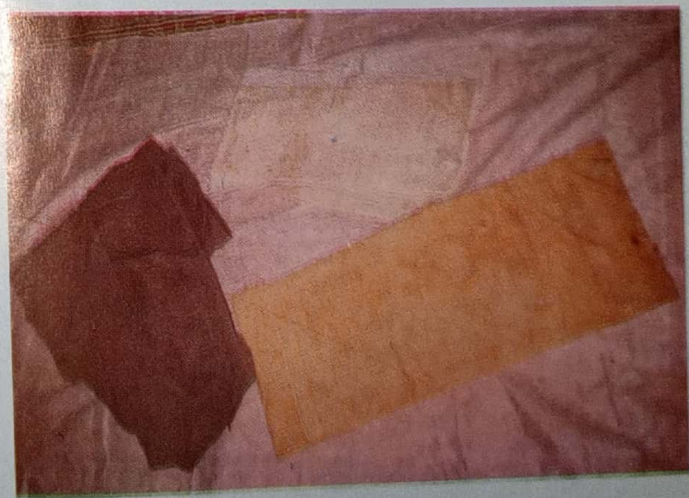
حضور صدر الشریعہ کا جبّہ شریف



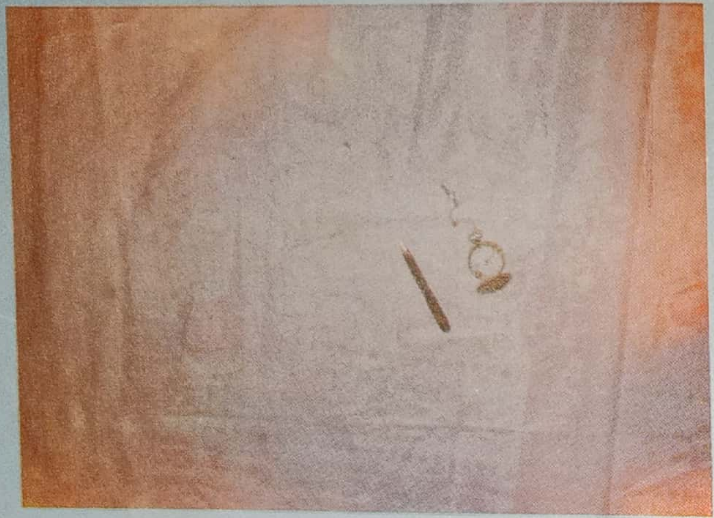
حضور صدر الشریعہ کی صدری شریف



حضور صدر الشریعہ کی ٹوپی، رومال اور عمامہ شریف



اعلیحضرت کا جبہ شریف اور صدر الشریعہ کی شیروانی اور عمامہ شریف



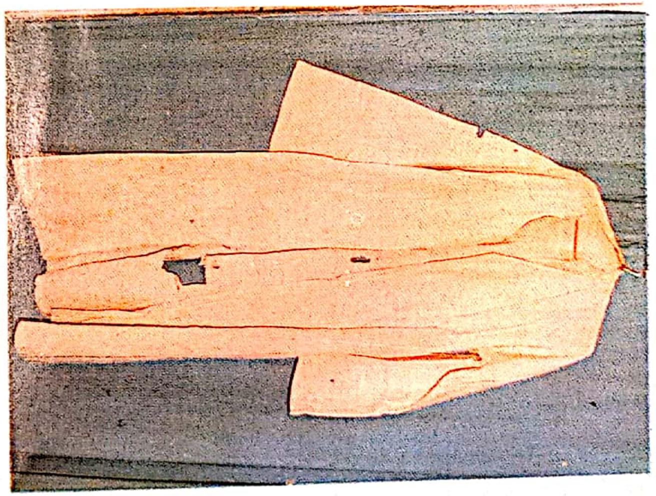
حضور صدر الشریعہ کا قلم اور گھڑی



حضور صدر الشریعہ کا عصا ، رومال اور پاندان



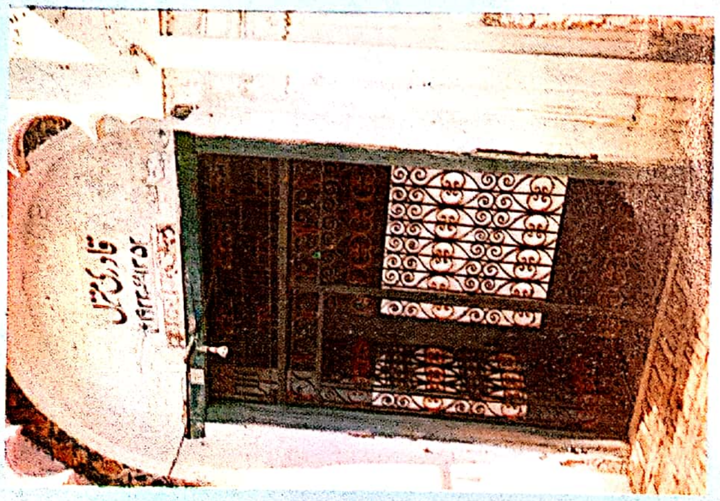
پرانے گھر کا ایک منظر جسمیں صدر الشریعہ نے بہار شریعت تصنیف فرمائی، اور زندگی کا بیشتر حصّہ گذارا۔



اعلیحضرت کا جبّہ شریف جسے آپنے صدر الشریعہ کو عنایت فرمایا تھا



مسجد جسمیں صدر الشریعہ نماز ادا فرماتے اور ہر سال رمضان میں اعتکاف کرتے



قادری منزل کا بیرونی منظر جسے صدر الشریعہ نے تعمیر کروایا۔



جامعہ امجدیہ رضویہ کی لائبریری کا وہ حصہ جس میں
حضور صدر الشریعہ کی ذاتی لائبریری دیکھی جا سکتی ہے



جامعہ امجدیہ رضویہ کے شعبۂ نشر و اشاعت کی مطبوعات کا ایک منظر

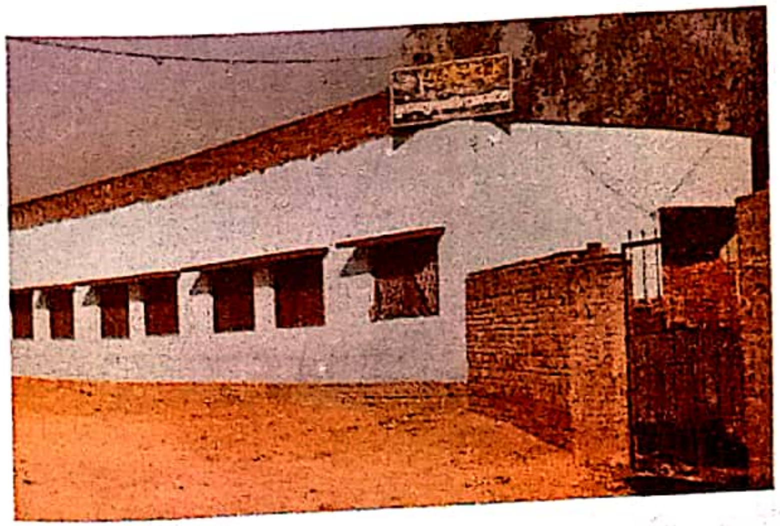


طلبائے جامعہ امجدیہ رضویہ کے دار المطالعہ امجدی لائبریری
کا ایک منظر۔





جامعہ امجدیہ رضویہ کا ایک منظر



کلیۃ البنات الامجدیہ کا ایک پس منظر



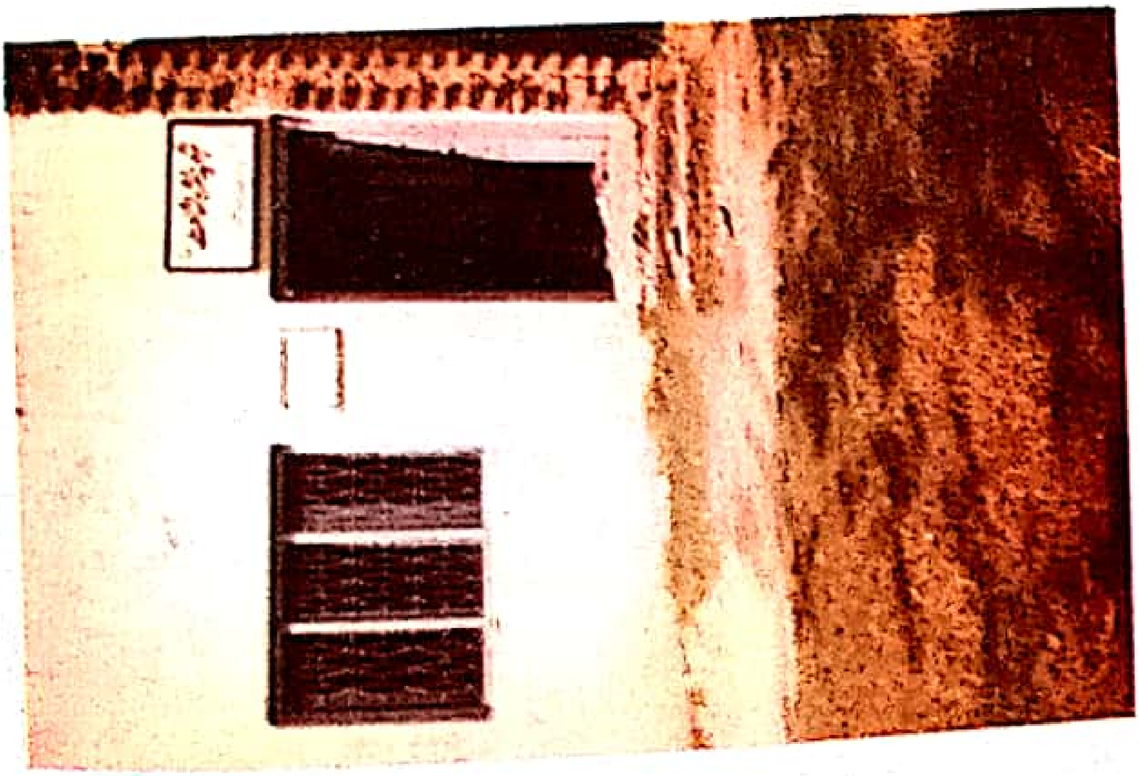
کلیۃ البنات الامجدیہ کا بیرونی منظر



جامعہ امجدیہ رضویہ کا شمالی منظر



جدید تعمیر شدہ ضیا ہال برائے سیمینار و میٹنگ کا اندرونی منظر



جامعہ امجدیہ رضویہ کا شعبۂ نشر و اشاعت

حضور صدر الشریعہ کا خط بڑے صاحبزادے مولینا شمس الہدیٰ کے نام

۷۸۶

نور چشم سلمہ دعا۔ کل تمھارا خط وصول ہوا۔ بچی سلمہا کی طبیعت
میں ابھی تک افاقہ نہیں ہوا اسکی فکر ہے دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ
جلد صحت و عافیت دے۔ پرہیز کی سخت تاکید [illegible] پرہیز
[illegible] ہو تم تین سات [illegible] آٹھ روز
دلیہ کر دیا کرو۔ مجھے اسکی [illegible]
بچی کی طبیعت ابھی تک ویسی ہی ہے کچھ افاقہ نہیں ہوتا۔ [illegible] بارہ روز
سے زیادہ ہوئے جب چار روز تک بخار نہیں آیا تھا اور اس سے
بہت اطمینان ہو گیا تھا مگر پھر آنے لگا۔ موتی جھرہ کے دانے ابھی
باقی ہیں۔ پانچ روز ہوئے سینہ اور پسلیوں میں درد ہو گیا تھا
تین روز کے بعد وہ دور ہوا تو پرسوں شام سے پاؤں پر کچھ
خفیف سا ورم پیدا ہو گیا۔ ایک نہ ایک بات پیدا رہتی ہے
جس سے سخت پریشان ہوں۔ یہ بھی خیال کیا کہ تبدیل آب و ہوا کی
غرض سے مکان پر پہنچا دوں مگر اتنا لمبا سفر کیونکر کریگی اور
گاڑیوں کے بدلنے میں بہت دشواری ہوگی کچھ افاقہ ہو جائے
تو یہی کیا جائے۔ تم لوگ بھی دعا کرو کہ خدا ان سب کو صحت دے
اور ہماری پریشانیاں دور فرمائے۔ سب لوگوں کو [illegible]

فقیر امجد علی اعظمی غفرلہ
[illegible]

مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی معاصر صدر الشریعہ کا خط بشکل استفتاء حضور صدر الشریعہ کے نام

جامع ہر علم و فن، مفتی اعظم اہل سنن، ماحی شرور و فتن حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب لا زالت فیوضہم
السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ۔ مکرمت نامہ ۲ ذی الحجہ کا تحریر فرمایا ہوا تشریف لایا ما فیہا پر مطلع ہوا
بیشک کار راہم تدریس وتفہیم سے فرصت دم زدن نہ ہوگی اور اوسکی کمال مشغولی کسی اور کام کی طرف
متوجہ نہیں ہونے دیتی ہوگی مگر اس ہیچمدان نے نہایت مجبوری کی حالت میں تکلیف دی ہے میں نے سعی
[illegible] کی تھی مگر کوئی جزئیہ نہ ملا پھر خیال کیا کہ ہمارے علمائے کرام میں ایسی کون ذات ہے کہ جسکی تحریر سے میرے
قلب کی تسکین ہو بجز آپ کی ذات گرامی کے کوئی دوسری ذات ذہن میں نہ آئی یہ وجہ تکلیف دینے کی
ہوئی۔ اگرچہ آنمکرم کی جانب سے اس قدر تاخیر ہوئی اور ہو رہی ہے جسکی وجہ سے وقف نامہ کہ اشد ضرورتنا [illegible]
معرض التوا میں ہے مگر اس شدید ضرورت پر آپ کا جواب اشد سمجھا گیا۔ شاید ہی کوئی روز ایسا گزرتا ہو کہ
[illegible] وقت آپکے جواب کا انتظار نہ کیا جاتا ہو۔ یہ احقر نہایت عاجزی سے عرض گزار ہے کہ زیر دستی [illegible]
نکالکر جواب مرحمت فرمائیے۔ میرا خیال ہے کہ آپکو ضرور کوئی جزئیہ ضرور مل جائیگا۔ اگر خدانخواستہ کوئی جزئیہ
نہ ملا تو آپکا علم اس پایہ کا ہے کہ کسی کلیہ کے تحت داخل کرکے مثلاً الفضل [illegible] تتبع المخطوطات حکم

طیبۃ العلماء
جامعۃ امجدیۃ رضویۃ

امام اہلسنت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اور فقیہ اعظم ہند مصنف بہار شریعت حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی یاد میں محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری کا قائم کیا ہوا اہل سنت وجماعت کا عظیم الشان ادارہ جہاں قانون اسلام (افتاء وقضا) کی باقاعدہ تربیت کا اہتمام ہے۔ عصری تقاضوں کے پیشِ نظر عربی وانگریزی زبان میں تقریری وتحریری صلاحیت کا پورا انتظام ہے۔

ائمہ مساجد کی تعلیم وتربیت کا معقول ترین بندوبست ہے۔ اور بچیوں کی اعلیٰ دینی تعلیمی وتربیت کیلئے علیحدہ ایک منظم وباضابطہ شعبہ بنام کلیۃ البنات الامجدیہ پوری ذمہ داری کے ساتھ مصروف عمل ہے۔ جہاں سے ہر سال قوم کی بچیاں عالمہ و فاضلہ ہوکر فارغ ہو رہی ہیں

ایسے عظیم ادارہ کی امداد آپکا دینی ملی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ اور آپ کے لئے بہترین صدقۂ جاریہ، جسکا ثواب آپکی وفات کے بعد بھی جاری رہے گا۔

تعاون کے طریقے

● جامعہ کیلئے کمروں کی تعمیر ● پروگرام کی توسیع کیلئے زمین کی خریداری میں حصہ لیں ● لائبریری کیلئے کتابوں کی فراہمی ● طلبہ کے وظائف کی ذمہ داری قبول فرمائیں ● اپنے حلقۂ اثر میں جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کا تعارف کرائیں اور تعاون کی درخواست کریں۔

رابطہ:۔ علاء المصطفیٰ قادری جامعۃ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو۔ یوپی۔ انڈیا
(۲۷۵۳۰۴)